لِوَاءُ الحَمد

حمد باری تعالیٰ، نعت رسولؐ خدا

اور قصائید و مناقب کا مجموعہ

مجموعہ کلام شاعر اہل بیتؑ

مولانا سیّد حسن امداد ممتاز الافاضل غازیپوری

NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No. 11
...L. Heights
Se...dier Bazar #2
...KARACHI
...7211795

مُرتبہ

جناب اشرف عباس

ملنے کا پتہ

محفوظ بک ایجنسی ❁ مارٹن روڈ کراچی

محفوظ MBA

Tel: 4124286- 4917823 Fax: 4312882
E-mail: anisco@cyber.net.pk

لِوَاءُ الحَمد

حمد باری تعالیٰ، نعت رسولؐ خدا

اور قصائید و مناقب کا مجموعہ

مجموعہ کلام شاعر اہل بیتؑ

مولانا سیّد حسن امداد ممتاز الافاضل غازیپوری

NAJAFI BOOK LIBRARY
hop No. 11
.L. Heights
Se dicr Bazar #2
KARACHI
7211795

مُرتبہ

جناب اشرف عباس

ملنے کا پتہ

محفوظ بک ایجنسی ❁ مارٹن روڈ کراچی

محفوظ MBA

Tel: 4124286- 4917823 Fax: 4312882
E-mail: anisco@cyber.net.pk

جُملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں

کتاب ''لواء الحمد'' کاپی رائٹ ایکٹ ۱۹۶۲ء، گورنمنٹ آف پاکستان کے تحت رجسٹرڈ ہے لہٰذا اس کتاب کے کسی حصّے کی طباعت و اشاعت، اندازِ تحریر، ترتیب و طریقے، جُز یا کل کسی سائز میں نقل کر کے بلاتحریری اجازت طابع و ناشر غیر قانونی ہوگی۔

نام کتاب	:	لواء الحمد
کلام	:	مولانا سیّد حسن امداد ممتاز الافاضل غازیپوری
مرتب	:	اشرف عباس ایم اے۔ ایم ایڈ
کتابت	:	سیّد رفیع الحسن نقوی امروہوی
ناشر	:	حسن اقدس زیدی
تاریخ اشاعت اوّل	:	رجب المرجب ۱۴۱۴ھ مطابق دسمبر ۱۹۹۴ء
تاریخ اشاعت دوم	:	۱۸ ذی الحجّہ ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۹ جنوری ۲۰۰۶ء
تعدادِ اشاعت	:	۵۰۰ (پانچ سو)
قیمت	:	آرٹ کاغذ۔ ۳۰۰
قیمت	:	عام کاغذ۔ ۲۰۰
ملنے کا پتہ	:	سی ۱۸ بلاک ۲۰ فیڈرل بی ایریا کراچی

★

محفوظ بک ایجنسی ❁ مارٹن روڈ کراچی

محفوظ MBA

Tel: 4124286- 4917823 Fax: 4312882

E-mail: anisco@cyber.net.pk

بسم الله

ھدیۂ عقیدت

یہ بضاعتِ مُزجیٰ میں اپنے مولا و آقا حامل لوا الحمد

حضرت امیر المومنین

علی ابن ابی طالبؑ

کی بارگاہ میں پیش کرنے کی سعادت
حاصل کرتا ھوں

گر قبول افتد زہے عز و شرف

سید حسن امداد

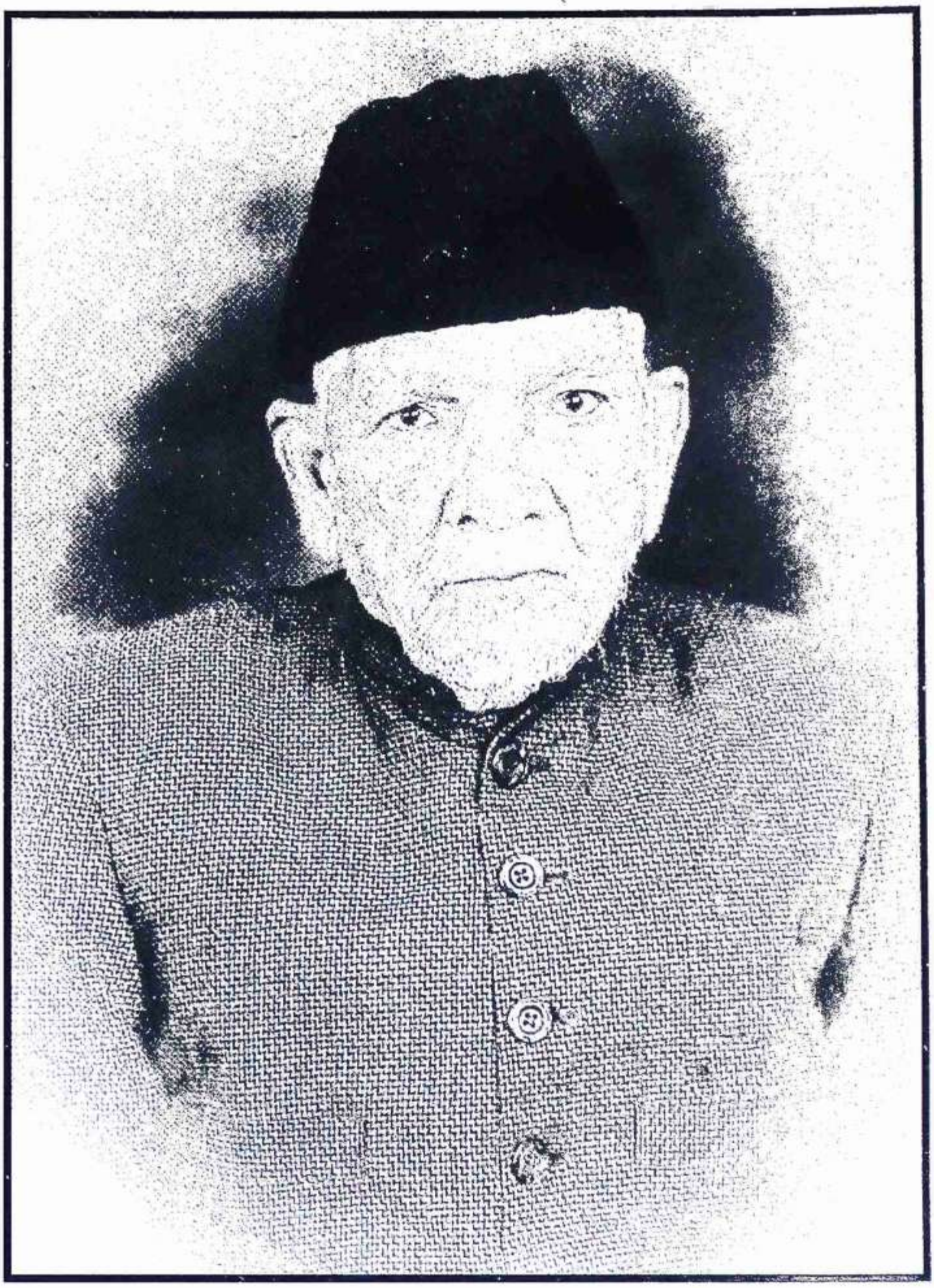

مولانا سیّد حَسن امداد ممتاز الافاضل غازی پوری

فہرست

عنوان	صفحہ
تبصرہ طالب جوہری	۱۱
تبصرہ اشرف عبّاس	۲۴
اپنی سرگزشت	۲۷
حمدِ باری تعالےٰ	۳۳
نعتِ سرورِ کائناتؐ	۴۳
مدحتِ پاسبانِ رسالت حضرت ابوطالبؑ	۵۵
گلستانِ عصمت	
اے اُمتِ مرحومہ	۶۹
ہم لوگ محبّت کو بدنام نہیں کرتے	۷۳
محبّتِ اہلِ بیتؑ	۷۷
مباہلہ	۷۹
پنجتن پاکؑ	۸۰
ہم شانِ حیدرؑ کوئی نہیں ہے	۸۳
قدم قدم پہ چراغ	۸۶

عَلَوی نظام	۸۷
مولودِ کعبہ	۸۹
طالعِ مسعود	۹۲
اس پر بھی کوئی ان کو نہ مانے تو غضب ہے	۹۶
لوگ آلِ پیمبرؐ کو سمجھے نہیں	۱۰۱
اپنی ہستی کا محور فقط ایک ہے	۱۰۶
سفینہ الگ الگ	۱۱۲
ایمان کی بارات	۱۱۵
جشن تاجپوشیٔ امامؑ	۱۱۹
غدیر کی تفصیل	۱۲۵
گھر فاطمہؑ زہرا کا عجب شان کا گھر ہے	۱۲۹
عرش کی چاندنی	۱۳۵
سراپائے بتولؑ	۱۴۰
اظہارِ عقیدت زہراؑ سے	۱۴۳
ثانیٔ زہراؑ	۱۴۷
ہے محض بیکار آئینہ اگر جوہر نہیں	۱۵۱
مگر بس ہے خیال اس کا کہ یہ نانا کی اُمت ہے	۱۵۲
خیمے لبِ فرات سے اُٹھوائے جاتے ہیں	۱۵۷
حقیقتِ تعزیہ	۱۵۹

مقامِ شبیرؑ	۱۶۱
ہاتفِ غیبی	۱۶۳
نازِ ہر دو جہاں شہؑ کے لشکر میں ہیں	۱۶۷
کی بہتر نے مدد بس وقت پر اسلام کی	۱۷۱
ہزبرِ دشتِ نینوا امیرِ لشکرِ حسینؑ	۱۷۳
بنی ہاشم کا چاند	۱۸۰
شانِ علمدار	۱۸۴
تقدمِ ولدی	۱۹۱
اس جواں کی مگر بات ہی اور ہے	۱۹۸
فرصت ہو آپ کو تو ذرا کربلا چلیں	۲۰۵
یہ وہی ہے لقب جس کا سجادؑ ہے	۲۲۱
قافلہ خوش ہوا ساربان آگیا	۲۲۷
ذرا بڑھ کے دیکھو یہ کون آرہا ہے	۲۳۲
اِتمامِ حجت	۲۳۹
العجل العجل	۲۴۵
وہ آرہا ہے کہ	۲۵۰
کچھ رات گئی کچھ باقی ہے	۲۵۴
تمہیدِ قیامت	۲۵۸
منتظر اہلِ زمانہ ہیں	۲۶۲

مُناجات ۲۶۵

دربارگاہ حلّال مشکلات حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ ۲۷۱

دربارگاہ حلّال مشکلات حضرت امیر المومنین علیؑ ۲۷۵

دربارگاہ حلّال مشکلات حضرت امیر المومنینؑ ۲۷۹

بدرگاہِ فرزند رسولؐ الثقلین حضرت ابو عبداللہ الحسینؑ ۲۸۳

بدرگاہِ علمبردار لشکرِ حسینی حضرت ابوالفضل العباسؑ ابنِ امیر المومنینؑ ۲۹۸

بدرگاہِ باب الحوائج حضرت امام موسیٰ ابن جعفر الکاظمؑ ۲۹۵

دربارگاہ شاہ خراسان حضرت غریب الغربا امام رضاؑ ۲۹۸

دربارگاہ حضرت ولی عصر حجت ابن الحسن ۳۰۱

قطعاتِ تاریخ ۳۲۷

متفرقات

تبصرہ

از رشحہ قلم حجۃ الاسلام حضرت علامہ طالب جوہری مدظلہ العالی

میں ایک طویل مدّت سے مولانا سیّد حسن امداد غازی پوری ادام اللہ ظلہ کا کلام مختلف محافل و مجالس میں سُنتا رہا ہوں اور بلا مبالغہ ہر مرتبہ ان کے کلام کی بھرپور شعریت اور موسیقیت پر میرے ایمان و ایقان میں اضافہ ہوتا رہا ہے اور آج ان کے کلام پر چند سطریں تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

مولانا سیّد حسن امداد جامعۂ ناظمیہ لکھنؤ کے فارغ التحصیل اور علوم شرقیہ کے ماہرین میں ہیں۔ اس قحط الرجال کے زمانے میں جن چند مستند صاحبانِ فضل کا نام لیا جاسکتا ہے اُن میں آپ کا اسمِ گرامی بھی شامل ہے۔ علل الشرایع اور بحار الانوار کے بعض مجلدات کے تراجم آپ کی علمی صلاحیتوں کے آئینہ دار ہیں۔ یہ تعارفی سطریں اس لئے ناگزیر تھیں کہ مولانا کے شعری مجموعہ کی پوری فضا عربی شاعری کا ایک لطیف پَرتو ہے۔

جب بھی شاعری اور اس کے متعلقات پر بات نکلتی ہے تو دو سوالات پوری توانائی کے ساتھ ذہن پر حملہ آور ہوتے ہیں کہ شاعری کیا ہے؟ اور اسے

کس طرح بامعنیٰ بنایا جاسکتا ہے ؟ قرآنِ مجید میں صراحت اور اشارت دونوں طریقوں سے ان کے جوابات مل جاتے ہیں سورۂ یٰسٓ میں یوں ارشاد ہوا ہے۔ وَمَا علمناہ الشعر وما ینبغی لہ ان ھو الا ذکر و قرآن مبین (۶۹) ہم نے انھیں شعر کی تعلیم نہیں دی اور نہ شعر اُن کے لائق ہے۔ یہ تو صرف ذکر و نصیحت اور قرآنِ مبین ہے۔ اس آیت سے یہ بات واضح ہے کہ شعر جو کچھ بھی ہے وہ ذکر اور قرآن نہیں ہے اسی طرح یہ بھی واضح ہے کہ ذکر و قرآن شعر نہیں ہیں۔ اس آیۂ مبارکہ کے علاوہ بھی قرآنِ مجید نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شاعر ہونے کی بعض[1] مقامات پر تردید فرمائی ہے۔ ایسا کیوں ہے ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مشرکین نے آپ کے خلاف جو الزامات تراشے تھے ان میں ایک شاعر ہونے کا الزام تھا۔[2] اب یہاں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ اگر شاعری انسان کے محاسن میں ہے تو رسولِ اکرمؐ کو اس سے کیوں دور رکھا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم جس عہد کی شاعری پر گفتگو کر رہے ہیں اس عہد کے سماج نے اچّھے شعر کے سلسلہ میں ایک حتمی فیصلہ دیدیا تھا اور وہ تھا اعذب الشعر اکذبہ سب سے اچھا اور دلنشین شعر وہ ہے جس میں سب سے بڑا جھوٹ اور مبالغہ نظم کیا گیا ہو۔ یہ جملہ اُس عہد کے شعر اور شاعر دونوں پر مکمل ترین تبصرہ ہے اس کی روشنی میں شاعر وہ ہے جو مفروضات، اوہام، تصورات، جذبات اور خیالات سے اپنے لئے

[1]: سورۂ حاقہ ۴۱ [2] سورۂ انبیاء ۵

اک چمن بناتا ہے اور اس میں خوش رہتا ہے اس کے اشعار کا حقیقت اور واقعیت سے کوئی ربط نہیں ہوتا وہ خیالی دُنیا میں رہتا ہے، اپنے اشعار سے بے عملی اور نفسانی جذبات کو ترغیب فراہم کرتا ہے اور اپنے زورِ شاعری اور قوّتِ ناظمہ کے بل پر رائی کو پربت اور پربت کو رائی بنا دیتا ہے۔ مذکورہ ساری باتیں شاعری میں مبالغہ اور غلط بیانی کے رواج عام اور بے عملی کی تلقین کا سبب بنتی ہیں جب کہ یہی باتیں رسالت کے لئے قبیح ترین۔ بلکہ اس منصبِ جلیل کے متناقض ہیں۔

معلقات سبع عہدِ نزولِ قرآن کے وہ قصائد ہیں جو اپنے دور میں سکّہ رائج الوقت تھے۔ یہ عہدِ جاہلیت کا کلام تھا۔ ان میں سب سے پہلا اور سب سے اہم قصیدہ امراء القیس کا ہے۔ مکرر مطالعہ کے باوجود اس میں آیاتِ انفس و آفاق، حکمت و بصیرت، اخلاق و آداب یا جذباتِ عالیہ کے سلسلے کی کوئی بات نہ ملے گی جو کچھ ملے گا وہ سرخوشی و سرمستی، نشاط و اختلاط اور جسمانی وصل و فصل سے عبارت ہوگا۔ پیغمبر اکرمؐ نے ایک موقع پر امراء القیس کے سلسلے میں ارشاد فرمایا کہ قائد الشعراء الی النار یعنی وہ شعراء جو جہنّم میں جانے والے ہیں امراء القیس ان کا سالارِ قافلہ ہے۔ غالباً تاریخ شعر میں یہ پہلی آواز ہے جو شعر برائے شعر کے خلاف بلند ہوئی۔ اسی کے ہم دوش ہمیں وہ واقعہ بھی نظر آتا ہے جسے جاحظ نے البیان والتبیین میں نقل کیا ہے کہ رسولِ اکرمؐ کی خدمت میں ایک وفد آیا جس میں دو برابر کے سردار بھی تھے۔ ان دونوں میں چشمک تھی۔

لیکن اتنی بھی نہ تھی کہ ساتھ آتے جاتے نہ ہوں۔ ایک سردار نے دوسرے سردار کا تعارف کلماتِ تحسین سے کرایا۔ جس کا تعارف ہو رہا تھا اس نے کہا کہ یارسولؐ اللہ! میرے اس تعارف کرانے والے کو میرے اوصاف اس سے زیادہ معلوم ہیں لیکن اس نے تعارف کرانے میں کم بیان کئے ہیں۔ پہلے سردار کو یہ بات ناگوار گزری اس نے کہا یارسولؐ اللہ یہ بات بالکل درست ہے مجھے ان کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہے اور میں نے کم بیان کیا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے اس شخص کے سارے عیوب و نقائص گنوا دیئے اس موقع پر رسولؐ اکرم نے ارشاد فرمایا ان من البیان لسحرا وان من الشعر لحکمۃ: یقیناً کچھ بیان ایسے ہوتے ہیں جن میں جادو ہوتا ہے اور یقیناً کچھ شعر ایسے ہوتے ہیں جن میں حکمت ہوتی ہے۔ آپ نے من الشعر فرما کر بامقصد شاعری کو غلط شاعری سے الگ فرما دیا ہے۔ یہی صورتِ حال سورۂ شعراء میں سامنے آتی ہے جہاں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

والشعراء یتبعھم الغاوٗن ۔ الم ترانھم فی کل وادٍ یھیمون۔ وانھم یقولون مالا یفعلون ۔ الا الذین آمنوا وعملوا الصٰلحٰت وذکروا اللہ کثیراً وانتصروا من بعد ما ظلموا (۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷) اور شعراء کی پیروی گمراہ افراد کرتے ہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہ لوگ ہر وادی میں سرگرداں پھرتے ہیں اور یہ وہ کچھ کہتے ہیں جو کرتے نہیں ہیں مگر وہ لوگ جو مومن ہوں عمل صالح کرتے ہوں اور کثرت سے خدا کا ذکر کرتے ہوں اور مظلوم بننے کے بعد انھوں نے بدلہ لیا ہو۔ (وہ

مستثنیٰ ہیں)۔

قرآنِ مجید کی نگاہِ مطہر میں ایمان، عمل صالح ذکرِ الٰہی کی کثرت اور انتصار مظلوم وہ عناصر اربعہ ہیں جو شاعر اور شاعری دونوں کو مستحسن بنا دیتے ہیں اور انھیں کے نتیجے کے طور پر شاعر کی زندگی بامقصد اور اس کی شاعری بامعنیٰ ہو جاتی ہے۔ مولانا حسن امداد کی زندگی اور شاعری انھیں عناصر کے زیر سایہ پروان چڑھی ہے۔ زیرِ نظر مجموعۂ شعر کے ممدوح، وہی افراد ہیں جو خود قرآن کے ممدوح ہیں۔ اس طرح مولانا نے اپنی شاعری میں وہ معنویت اور مقصدیت پیدا کی ہے جو مطلوبِ قرآن ہے۔

عموماً یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ دینی مدارس کے پڑھے ہوئے شعراء ایک خاص قسم کے شعری تقشف کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ایسا تقشف جس سے شعر میں معنیٰ تو پیدا ہو جاتے ہیں لیکن شعریت مفقود ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس مولانا کے کلام پر اس خشکی اور تقشف کا سایہ بھی نہیں پڑا اگرچہ آپ نے حکمت و عرفان کے دقیق ترین مسائل پر بھی گفتگو فرمائی ہے جس کی بہترین مثال آپ کی نظم "حقیقتِ ساحل" ہے۔ اس کے دو اشعار مندرجہ ذیل ہیں۔

وہ خط جو نظر آ نہیں سکتا ہے مگر ہے
جو دیکھ لے اس کو وہ بڑا اہلِ نظر ہے
وہ خط کہ پتہ جس کا کسی نے بھی نہ پایا
وہ خط کہ جہاں دھوپ سے ٹکراتا ہے سایا

اسی طرح یہ شعر تخلیقِ اوّل کی بہترین عرفانی توجیہ ہے:

ہوا یوں پرتو نورِ ازل مثلِ بشر پیدا
کہ جیسے آئینہ میں صورتِ آئینہ گر پیدا

زیرِ نظر مجموعہ میں سب سے پہلی چیز جو ذہن کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے وہ مترنم بحروں کا انتخاب ہے جو ان مصرعوں سے واضح ہے:

ظہورِ ساقی کے بعد رندو یہ مے پرستی نہیں چلے گی
ہجومِ خلائق بڑھا جا رہا ہے
اے بنی ہاشم کے چاند اے پسرِ بوتراب
قدم قدم پہ ہے خوشی سرور گام گام ہے
قطروں میں گوہر کوئی نہیں ہے
لوگ آلِ پیمبرؐ کو سمجھے نہیں

آخری مصرع کی بحر شاعر کی پسندیدہ ترین بحر ہے۔ جس میں متعدد نظمیں ہیں۔ اس مجموعہ کی بیشتر زمینیں طبع زاد ہیں اور مشکل ردیفوں سے ترتیب پاتی ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی قدرتِ کلام ردیفوں کو مضمون کے ساتھ اس طرح پیوست کر دیتی ہے کہ شعر سہلِ ممتنع بن جاتا ہے۔

فتحِ خیبر مقدر پہ موقوف ہے
اور ایسا مُقدّر فقط ایک ہے

وہ جو سیلابِ لشکر کو بڑھنے نہ دے
ایسا سدِّ سکندر فقط ایک ہے
جس کی آمد کی محشر میں اِک دھوم ہو
ایسی خاتونِ محشر فقط ایک ہے

زیرِ نظر مجموعہ میں مولانا حسن امداد کی شاعری کا محور کچھ اولوالعزم اور عالی مرتبت شخصیتیں ہیں۔ عمومی طور پر شخصیات کے بارے میں انسانی جذبات کا رویّہ ہمیشہ سے غیر منطقی رہا ہے اور ذاتی پسند و ناپسند کی بنیاد پہ ردِّ قبول کے فیصلے ہوتے رہے ہیں گویا ہر شخص نے شخصیّت کو اپنے ذاتی معیار سے پرکھا اور پھر اُسے اپنا مثالیہ بنالیا۔ اس صورتِ حال کے برعکس مولانا نے شخصیتوں کو کتاب و سنّت کے معیار پر پرکھا ہے جس کے سبب کلام کا موضوع ذاتی پسند سے بلند ہو کر آفاقیت کی سطح پر آگیا ہے۔

وہ شخصیتیں جو شاعر کا موضوع ہیں خیالی نہیں بلکہ حقیقی انسان ہیں اور فقط انسان نہیں ہیں کردار ہیں اور فقط کردار بھی نہیں ہیں وہ ایسا کردار ہیں جنھیں پوری انسانیّت کے لئے اسوۂ حسنہ اور نمونۂ عمل بنایا گیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ بیشتر نظموں کا تعلّق کردار نگاری سے ہے۔ کردار نگاری صرف زبان اور بندش کی خوبیوں کا نام نہیں ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جب تک کردار کا گہرا مطالعہ ساتھ میں نہ ہو کردار نگاری ممکن ہی نہیں ہے۔ یہ نظمیں اس بات کا بہترین مظہر ہیں کہ

شاعر کی نگاہ سیرت اور مقتل کی کتابوں پر اور کرداروں کی جزئیات پر بہت گہری ہے اور دقّتِ مطالعہ کے ساتھ ساتھ شاعر کی جودتِ طبع نے جو مضمون آفرینیاں کی ہیں وہ نظموں کے شعری مرتبے کو دوبالا کردیتی ہیں۔ اس مقام پر چند مثالیں نامناسب نہیں ہوں گی۔

ایک نظم کا عنوان ہے "اس جواں کی مگر بات ہی اور ہے"۔ نظم کا عنوان خود اُس بات کا غماز ہے کہ اُس جوان میں کچھ ایسی خصوصیّات ہیں۔ جو اُسے دوسرے جوانوں سے ممتاز کرتی ہیں۔ یہ نظم جناب علی اکبر علیہ السّلام سے متعلق ہے اور اس میں ان کے خصائص نظم کئے گئے ہیں۔ ابتدائی تین بندوں میں دعویٰ ہے اور اس کے بعد کے بندوں میں دعوے پر دلیلیں فراہم کی گئی ہیں۔

کون ہے جس کو زینب نے پالا نہیں
اس جواں کی مگر بات ہی اور ہے

پہلا مصرع اس اَمر کی دلیل ہے کہ شاعر کی نگاہ سیرت اور مقتل دونوں پر ہے۔

"تقدم ولدی" بڑی مکمل اور بھرپور نظم ہے۔ اس کا مرکزی خیال سیّد الشہداء علیہ السّلام کا وہ حکم ہے جو نظم کا عنوان ہے۔ اگرچہ جناب علی اکبرؑ کا مرحلۂ شہادت اختلافی ہے لیکن جس مرحلہ کو سامنے رکھ کر یہ نظم لکھی گئی ہے۔ اُس کے جواز اور پسِ منظر کی اس سے بہتر عکاسی اردو کے رثائی ادب میں کم یاب بلکہ نایاب ہے۔ اس نظم میں

جتنی گہرائی اور گیرائی پائی جاتی ہے وہ صرف شاعری کے بس کی بات نہیں ہے جب تک کہ مقتل پر پوری نگاہ نہ ہو جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے اسی طرح نفسیات کے ایسے لطیف رُخ ہیں جو کم نظیر ہیں۔ حُسینؑ اور اکبرؑ باپ اور بیٹے بھی ہیں، نائبِ رسولؐ اور شبیہ رسولؐ بھی ہیں اور امام و ماموم بھی ہیں ان ساری اضافتوں کا بین السطور میں لطیف ترین اظہار پایا جاتا ہے۔ خصوصیت سے یہ چند بند عجیب و غریب تأثر کے حامل ہیں۔

لو وہ دیکھو صفِ دشمن سے کماندار بڑھے
دمبدم کرتے ہوئے تیروں کی بوچھار بڑھے
تیغیں تولے ہوئے پیدل بڑھے اسوار بڑھے
سینہ تانے ہوئے اس سمت سے انصار بڑھے
ان پہ آنچ آئے نہ زنہار تقدم ولدی
کربلا ہو چکی تیار تقدم ولدی

وقت یہ وہ ہے کہ تلوار اُٹھالیں ہم لوگ
دینِ حق کو کسی صورت سے بچالیں ہم لوگ
کیوں کسی اور پہ اس بار کو ڈالیں ہم لوگ
کیوں نہ یہ معرکہ خود آپ سنبھالیں ہم لوگ
کھینچ کر نیام سے تلوار تقدم ولدی
کربلا ہو چکی تیار تقدم ولدی

دین نانا کا مٹے اور نواسہ سہہ لے
یہ نہ ہوگا کبھی ہم سے کوئی کچھ بھی کہہ لے
خون بہتا ہے تو ہم لوگوں کا اس پر بہہ لے
بھیجتا جنگ پہ عابد کو میں تم سے پہلے
مگر عابد تو ہیں بیمار تقدم ولدی
کربلا ہو چکی تیار تقدم ولدی

مختصر ترین بات یہ ہے کہ یہ نظم اُردو زبان کے رثائی ادب میں ایک اضافہ ہے۔ اسی طرح حضرت ابوالفضل العباسؑ کے سلسلے میں جو نظمیں ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔

ع مرضی تو یہاں مرضئ معصوم میں ضم ہے
〃 گر یہ بھی جُدا ہو تو کمر شاہ کی خم ہے
〃 مرضئ معصوم پر نفس کو ڈالے ہوئے
〃 کرب و بلا کا نظام سارا سنبھالے ہوئے

ان مصرعوں میں اتنی جامعیت ہے کہ حضرت ابوالفضلؑ کی پوری شخصیّت نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے۔ جناب مولانا حسن امداد قابلِ تحسین و تقلید ہیں کہ اُن کے اس مجموعہ میں ایسے مصرعوں کی کمی نہیں ہے۔

ایک طویل نظم جناب علی اصغرؑ کی شان میں ہے"۔ فرصت ہو آپ کو تو ذرا کربلا چلیں"۔ اس مسدس میں مرثیہ ہو جانے کے سارے امکانات موجود ہیں لیکن مولانا نے اسے مرثیہ نہیں بنایا۔ اقبال نے بھی کہا تھا۔

ع ترکشِ ما را خدنگ آخرین

لیکن جناب علی اصغر کے حوالے سے یہ بیت بہت بلیغ ہے۔

اس پر تمام سلسلۂ دار و گیر ہے
یہ آخری حسینؑ کے ترکش کا تیر ہے

زیرِ نظر مجموعہ اپنے مخصوص امتیازات کے سبب اتنا ثروتمند ہے کہ یہ مختصر تحریر حق تبصرہ ادا کرنے سے قاصر ہے قاری کو دورانِ مطالعہ محاسن شعری کے ایسے فراز ملتے ہی رہیں گے جو اس کی دلچسپی کو برقرار رکھیں گے جن میں کہیں ندرتِ مضمون ہوگی کہیں منظر نگاری کا سماں ہوگا اور کہیں بھرپور شاعری کا تموّج ہوگا۔

نعت گویوں نے معراج کو مختلف طریقہ سے نظم کیا ہے۔ لیکن ندرتِ مضمون کی یہ مثال اپنی ذات میں بڑی انوکھی ہے۔

آپ باشندۂ قوسین بظاہر مکی
آپ کا اصل وطن عرش بظاہر مدنی
آپ گر عرش پہ پہونچے تو تعجب کیا ہے
کون ہے جس میں نہیں جذبۂ حب الوطنی

منظر نگاری کے ذیل میں یہ چند شعر ایک مخصوص فضا تشکیل دیتے ہیں۔

وہ شہرِ مدینہ وہ سرِ شام کا منظر
سُرخیٔ شفق کچھ ابھی باقی ہے اُفق پر

تاریکیٔ شب رنگ شفق پر اثر انداز!
چشم رمد آلودِ فلک سُرمہ گہہ ناز
جیسے کہ فضاؤں سے کوئی سرمہ فشاں ہے
ہر ذرّے پہ نیلم کے برادے کا گماں ہے

اس طرح بھرپور شاعری کی مثال کے طور پر یہ چند مصرعے پیش کئے جاسکتے ہیں۔ جن میں یہ بتلایا گیا ہے کہ کربلا میں شریک ہونے والے جوانانِ بنی ہاشم نے حضرت ابوالفضلؑ سے تربیت حاصل کی تھی۔

غنچوں نے اس پھول سے گلبدنی سیکھ لی
تاروں نے اس چاند سے ضوفگنی سیکھ لی
تیشوں نے فرہاد سے کوہ کنی سیکھ لی
نیمچوں نے تیغ سے تیغ زنی سیکھ لی
تب کہیں جاکر ہوئی کرب وبلا کامیاب

تاریخ نویسی ایک مشکل فن ہے۔ اس مجموعہ میں ایک معتدبہ تعداد تاریخوں کی بھی ہے۔ کامیاب اور اچھی تاریخیں ہیں اور ان میں مقدمہ کے طور پر متوفی اشخاص کے ذاتی خصوصیّات کی بھی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

"لوائے حمد" مجموعی طور پر ایک ایسا ذخیرۂ اشعار ہے جس میں دین بھی ہے اور ادب بھی اور یہ کہنا مشکل ہے کہ اس مجموعہ کے مذکورہ دو عناصر میں سے کون سا عنصر زیادہ قوی ہے۔ دینی اعتبار سے اس

کا موضوع پیغمبرِ اکرمؐ اور ان کے اہلِ بیتؑ ہیں جن کا تذکرہ پوری کتاب کو اپنی گرفت میں لئے ہوئے ہے اور ادبی اعتبار سے استعارہ، کنایہ، مجازِ مُرسل اور تشبیہ وغیرہ (صنائعِ لفظی) سے اس طرح آراستہ ہے کہ کوئی نظم اس سے خالی نظر نہیں آتی۔ بلکہ اگر غائر نظروں سے دیکھا جائے تو اس مجموعہ نے اُردو زبان کے شعری لغت میں خوبصورت ترکیبوں کے اضافے کئے ہیں۔ نہنگ قلزمِ وغا، خدنگ ترکش قضا، ہزبرِ دشتِ نینوا، نشانِ جرأت سلف، دشنۂ مژگان، ریزۂ گل، مہر پارہ، دانۂ تسبیحِ نور، سبز پوشانِ گلشن، مشک بیزانِ دشتِ ختن۔ یہ اور ایسی ہی دیگر تراکیب۔

میرے لئے یہ ناگزیر ہے کہ میں اس مرحلہ پر اپنے ان اختلافات کا ذکر کروں جن کے بغیر میری بات مکمل نہیں ہوتی۔ پہلی بات تو یہ کہ جناب مولانا نے اپنے معتقدات کے خلاف جہاں تبصرہ فرمایا ہے وہاں لہجہ میں صراحت اور شدّت ہے اور میں اس سے ذاتی طور پر اختلاف رکھتا ہوں اور دوسری بات یہ کہ مجھے بعض الفاظ کے محلِ استعمال پر اس لئے اختلاف ہے کہ وہ بعض بحروں میں اس طرح نظم نہیں ہو سکتے جس طرح نظم کئے گئے ہیں لیکن شاید اس کا سبب یہ ہو کہ مولانا نے اپنے مضمون اور خیال کو اپنی شاعری پر قربان کرنا نہیں چاہا ہے۔

طالب جوہری

تبصرہ

از اشرف عبّاس (ایم، ایڈ)

میں نے اکثر انجمنِ ذوالفقارِ حیدری کو مولانا حسن امداد کا کلام نوحہ خوانی کے انداز میں پڑھتے ہوئے سُنا تھا اور میں اس سے اتنا زیادہ متأثر تھا کہ اکثر دل ہی دل میں خواہش کیا کرتا تھا کہ کاش کوئی نظم یا سلام حسن امداد صاحب مجھے بھی عنایت فرمادیں۔ پھر ایک دن میری یہ خواہش پوری ہوئی۔ مُحرم کی نویں تاریخ تھی اور نشتر پارک میں مومنین کا اژدہام تھا۔ حضرت علّامہ رشید ترابی اعلی اللہ مقامہ منبر کے قریب تشریف فرما تھے سوز خوانی ہو رہی تھی میرے قبلہ گاہی منوّر عبّاس صاحب مرحوم نے علامہ صاحب سے عرض کیا کہ سیّد ناصر جہاں مرحوم پہلی مرتبہ نشتر پارک کی مجلس میں سلام پڑھنا چاہتے ہیں علّامہ صاحب نے انھیں میرے بعد پڑھنے کی اجازت دیدی۔ میرے پاس مولانا حسن امداد کی نئی نظم "تقدم ولدی" تھی۔ اس نظم نے مجلس میں موجود مومنین پر جو تأثر قائم کیا وہ بیان سے باہر ہے حَد تو یہ ہے کہ مرحوم ناصر جہاں اس کے بعد پڑھنے

کے لئے آمادہ نہیں ہو رہے تھے بمشکل انھیں تیار کیا گیا لیکن مجمع کا عالم یہ تھا کہ آنسو روکے نہیں رُکتے تھے گریہ وزاری سے ایک قیامت برپا ہو چکی تھی۔ علاّمہ صاحب کی عنایات تو مجھ ناچیز پر ہمیشہ ہی رہا کرتی تھیں لیکن اس دن انھوں نے بے ساختہ مجھے گلے سے لگالیا۔

وہ دن اور آج کا دن۔ میں جس محفل، جس مجلس میں حسن امداد صاحب کا کلام پڑھتا ہوں میں نے عموماً دیکھا ہے کہ مجمع پر ایک وجد کا سا عالم طاری ہو جاتا ہے۔ لوگ انتہائی توجہ، شوق اور اثر انگیزی کے جذبے سے سرشار ہو کر سنتے ہیں اور وہ لوگ بھی جو بہت زیادہ سخن فہم نہیں، بے اختیار واہ، واہ، سُبحان اللہ کہہ اُٹھتے ہیں۔

میں فخر کے ساتھ یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ مولانا حسن امداد کا کلام سب سے زیادہ میں نے محفلوں اور مجلسوں میں سُنایا ہے اور اب بھی موقع محل کے لحاظ سے پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں مولانا کی کوئی نظم، کوئی مسدس ایسی نہیں جو میں نے کسی اجتماع میں نہ پڑھی ہو اور میں دعویٰ کر سکتا ہوں کہ ان میں سے ہر ایک کلام نے انتہائی مقبولیت حاصل کی۔ اس لئے نہیں کہ اسے میں نے پڑھا ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مولانا کے کلام میں جو ندرت اور جدّت آفرینی ہے وہ اسے نہ صرف عام فہم اور مقبول کرتی ہے بلکہ عوام الناس کے لئے عام فہم بنا دیتی ہے اور میری اس بات کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ مولانا کی نظم "تقدم ولدی" میں گزشتہ ۲۴ سال سے پڑھ رہا ہوں اور اب تو یہ نشتر پارک کی ۹ محرم کی سالانہ مجلس کا ایک لازمی جزو بن گئی ہے

اس دن مجمع کوئی اور چیز سُننے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتا اور یہ نظم آج بچّے بچّے کے وردِ زبان ہے اور بالکل یہی صورتِ حال مولانا کی نعت "اے رسولوں کے شہنشاہ رسولِ مدّنی" کی ہے کہ ہر محفلِ نعت میں مجھ سے اسی کی فرمائش کی جاتی ہے۔

آخر میں یہ عرض کروں گا کہ ذکرِ محمدؐ و آلِ محمدؐ کے صدقے میں جو عزّت اور مقام مجھ گنہگار اور حقیر کو اللہ تعالےٰ نے عطا کیا ہے اس میں اچھّے اور معیاری کلام کو بھی بڑا دخل ہے اور مولانا حسن امداد کا کلام اس میں ایک نمایاں مقام کا حامل ہے۔

اشرف عبّاس

اپنی سرگزشت

میں ناچیز سیّد حسن امداد یکم جولائی ۱۹۱۴ء کو موضع ملنا پور، ضلع غازی پور یوپی انڈیا میں پیدا ہوا، میرے آبا و اجداد نسلاً و عقیدتاً جعفری ہیں۔ جب میں نے ہوش سنبھالا اور آنکھیں کھولیں تو میرے سامنے میرے خاندان کی ایسی ایسی بزرگ ہستیاں موجود تھیں جن کے علم و فضل، زہد و تقویٰ کا شہرہ اپنے دیار میں دُور دُور تک تھا میرے عم بزرگ و خُسرِ معظم مولانا سیّد علی مروان صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ ازرانی پوری امام جمعہ و جماعت شیعہ مسجد شہر غازی پور یوپی، میرے والدِ بزرگوار مولانا سیّد علی صاحب اعلیٰ مقامہ ملنا پوری پیش نماز و ناظمِ امور دینیات کھگڑا اسٹیٹ ضلع پورنیہ بہار، میرے عم زاد برادر محترم و فاضل جیّد مولانا سیّد محمد صاحب ازرانی پوری ہیڈ مولوی گیانپور ہائی اسکول بنارس اسٹیٹ بنارس یوپی، میرے دوسرے عم زاد برادر محترم و اُستاد مولانا سیّد ابنِ حسن صاحب مرحوم ممتاز الافاضل ازرانی پوری ہیڈ مولوی آریہ سماج ہائی اسکول شہر بنارس، میرے پھوپھا

اور اس دیار کے مشہور طبیبِ حاذق مولانا حکیم سیّد احمد حُسین صاحب مرحوم ملنا پوری۔ میرے خالوئے معظم مولانا حاجی سیّد علی انصر صاحب مرحوم کدلی پور بجولی اعظم گڑھ مصنف مسائلِ جعفریہ منصرم ریاست پیر پور ضلع فیض آباد میرے پھوپھی زاد بھائی جناب مولانا سیّد محمد علی حُسینی صاحب قبلہ مدظلہ العالی فاضل ناظمیہ عربک کالج لکھنؤ و پیش نماز شیعہ مسجد رانی منڈی الہ آباد۔

میرا گھرانا کوئی بہت دولتمند و متمول تو نہ تھا مگر بحمداللہ اچھّے کھاتے پیتے خوشحال گھرانوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ کافی زمینیں تھیں متعدد باغات تھے ملازمتیں تھیں اگرچہ چاہتا تو مغربی تعلیم آسانی سے حاصل کر سکتا تھا مگر خاندانی ماحول کے مطابق میرے والدِ بزرگوار اعلیٰ اللہ مقامہ نے مجھے جامع المقدمات تک خود عربی کی تعلیم دی پھر ۱۹۲۸ء میں لے جا کر ناظمیہ عَربک کالج لکھنؤ میں داخل کرا دیا وہاں ۱۹۳۶ء تک میں نے عالم، قابل، فاضل اور ممتاز الافاضل کے درجات طے کر لئے اور اسی اثنا میں الہ آباد بورڈ و لکھنؤ یونیورسٹی سے اُردو و فارسی و عربی کی اعلیٰ اسناد بھی حاصل کر لیں۔ پھر بر بنائے ضرورت انگریزی میں میٹرک کا امتحان دیکر کامیابی حاصل کر لی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد ڈی۔ اے۔ وی ہائی اسکول اعظم گڑھ میں بحیثیت اُردو ٹیچر ملازم ہوا چند سال وہاں گزرے پھر مئی ۱۹۵۰ء میں وطن چھوٹا اور پاکستان آیا اس سفر میں صرف میرے بڑے صاحبزادے سیّد توقیر احمد سلمہٗ میرے ساتھ آئے۔ چند ماہ کے بعد ستمبر ۱۹۵۰ء میں گورنمنٹ

بوائز سکنڈری اسکول نمبر ا جیکب لائنز کراچی میں بحیثیت معلم السنہ شرقیہ
ملازم ہوگیا تو ایک سال بعد میں نے اپنے متعلقین کو بذریعہ پرمٹ انڈیا
سے کراچی بُلالیا، ۱۹۷۲ء تک اسی اسکول میں رہا پھر وہاں سے تبدیل ہوکر
گورنمنٹ بوائز سکنڈری اسکول نمبر ۲ جیل روڈ آیا اور وہاں سے دو سال
بعد ۱۹۷۴ء میں پنشن ہوگئی اب میں گھر ہی پر رہتا ہوں خدا کے فضل سے
ہمارے سارے بچّے اعلیٰ تعلیم حاصل کرکے اچھّے اچھے عہدوں پر اندرونِ
مُلک اور بیرونِ مُلک ہیں۔ بلکہ اب تو میرے پوتے اور پوتیاں نواسے اور
نواسیاں بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کرچکیں اور کر رہی ہیں۔ پاکستان آکر میں نے
کلیم میں کوئی زمین یا کوئی مکان یا فلیٹ نہیں لیا اللہ پر بھروسہ کیا جدوجہد
کی اور اس نے مجھے ہر طرح سے نوازا اللہ کا لاکھ لاکھ شُکر ہے بچّوں نے تعلیم
حاصل کی سعادت مند ہوئے یہی میری سب سے بڑی دولت ہے۔

یہ تھی اپنی مختصر سرگزشت اب رہ گئی شاعری تو انڈیا میں جو کچھ کہا
وہ وہیں چھوٹ گیا۔ جو کچھ یہاں کہا وہ حسبِ موقع و محل جناب اشرف عبّاس
صاحب و دیگر باذوق حضرات مومنین کی سماعت کی نذر کرتے رہتے ہیں بلکہ
اکثر نظموں کی نقلوں کی فرمائش دیگر مقامات سے آتی رہتی ہیں اور کلام کی
اشاعت کا تقاضا ہوتا رہتا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس کو شائع
کردیا جائے۔ میں حضرت علامّہ طالب جوہری مدظلہ کا بیحد ممنون ہوں کہ آپ نے
انتہائی عدیم الفرصتی کے باوجود اپنا تھوڑا سا قیمتی وقت نکال کر اس پر ایک انتہائی
گرانقدر تبصرہ بھی سُپردِ قلم فرمادیا۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔

ناچیز سیّد حسن امداد

تعالیٰ

حمد باری

اے قلم! اے قلم! اے قلم! اے قلم!

تجھ کو کرنی ہے گر حمدِ باری رقم
پہلے ساتوں سمندر تو کرلے بہم
اور پھر اس میں کوثر کو بھی کرلے ضم
کہہ دے تسنیم سے اک ذرا تُو بھی تھم
ڈر یہ ہے روشنائی نہ پڑجائے کم
اے قلم! اے قلم! اے قلم! اے قلم!

حمد کے بعد لکھ نعتِ خیر الوریٰ
جس سے خالق نے کی خلق کی ابتدا
اور معراج تا سِدرۃُ المنتہیٰ
دو کمانوں کا بس رہ گیا فاصلہ
فرق ادنیٰ، میانِ حدیث و قِدَم
اے قلم! اے قلم! اے قلم! اے قلم!

خلقِ اوّل ہے یہ نورِ اوّل ہے یہ
علمِ آدم ہے مُجمل، مفصل ہے یہ
نور ہی نور ہے اور مکمل ہے یہ
اور ازل سے ابد تک مسلسل ہے یہ
اور رہے گا سدا اس کا اونچا علم
اے قلم! اے قلم! اے قلم! اے قلم!

ہیں کچھ ایسے بھی دنیا میں کوتہ نظر
اُس کو سمجھے ہیں بس اپنا جیسا بشر
جس کے ادنیٰ اشارے پہ شقُّ القمر
جس کے ہاتھوں پہ تسبیح خواں تھے حجر
بہرِ تسلیم اشجار ہوتے تھے خَم
اے قلم! اے قلم! اے قلم! اے قلم!

نعت کے بعد لکھ مدحِ مولائے کُل
جانشینِ بلافصل ختمُ الرسُل
ہے سبیل اس کی لاریب خیر سُبل
سارے اصحاب میں بس یہ تنہا رَجل
جس نے خیبر میں پایا نبیؐ سے علَم
اے قلم! اے قلم! اے قلم! اے قلم!

اللہ ہُو اللہ ہُو

چاند تاروں کی شانِ جمالی میں تُو
سبز پتّوں میں پھُولوں کی لالی میں تُو
خوشے خوشے میں تو بالی بالی میں تُو
ٹہنی ٹہنی میں تو ڈالی ڈالی میں تُو
بوٹے بوٹے میں گُل، گُل میں بُو، بُو میں تُو
اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو!

سبز پوشانِ گلشن سرِ آبِ جُو
نرگس و نسترن، یاسمن، نازبُو
مشک بیزانِ دشتِ خُتن چار سُو
طائرانِ چمن خوش نوا، خوش گلُو
کہتے ہیں آبِ شبنم سے کر کے وضو
اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو

یوں تو ہر اک نبی تجھ سے منسوب ہے
تیرا بھیجا ہوا ہے بہت خوب ہے
ہاں مگر اُن میں اک تیرا محبوب ہے
جس کی ہر اک ادا تجھ کو مرغوب ہے
تیرا محبوب وہ اس کا محبوب تو
اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو

دخل ممکن نہیں تیرے اَسرار میں
کس کو یارا بھلا تیری سرکار میں
کس کو تابِ سخن تیرے دربار میں
حُسنِ یوسف تو بِک جائے بازار میں
اور نفسِ نبیؐ کا خریدار تو!
اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو

دید کس کو میسّر تری ذات کی
لاکھ موسیٰ نے تجھ سے مناجات کی
پھر بھی تو نے نہ اُن سے ملاقات کی
چُھپ کے پردے میں کی جب کبھی بات کی
اور محمدؐ سے کی دُو بدو گفتگو!
اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو!

گفتگو کب خدائی کے لہجے میں تھی
کب بھلا کبریائی کے لہجے میں تھی
کب تکبّر بڑائی کے لہجے میں تھی
یاں تو ہر بات بھائی کے لہجے میں تھی
آ رہی تھی نبیؐ کو اُخوت کی بُو
اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو

تھی محمدؐ کو حیرت یہ کیا راز ہے
یاں تو کوئی نہ یار اور نہ دمساز ہے
پھر یہ ہے کون یہ کس کی آواز ہے
یہ تو کچھ میرے بھائی کا انداز ہے
اے خدا سچ بتا یہ علیؑ ہیں کہ تُو
اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو

کیا علیؑ ہم سے پہلے یہاں آ گئے
توڑ کر سب حدودِ مکاں آ گئے
یا مرے ساتھ ہی مثلِ جاں آ گئے
چھوڑ آئے کہاں تھے کہاں آ گئے

اللہ اللہ علیؑ میں ہے اتنا عُلو
اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو

جبرئیلؑ اپنے پر دیکھتے رہ گئے
شانِ سیرِ بشر دیکھتے رہ گئے
گردِ راہِ سفر دیکھتے رہ گئے
تا بہ حدِّ نظر دیکھتے رہ گئے

اور محمدؐ روانہ ہوئے سوئے ہُو
اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو

ہر فضیلت محمدؐ کے گھر بھیج دی!
تھی جو شے خوب سے خوب تر بھیج دی
ان کے بھائی کو تیغِ دُو سر بھیج دی
اور مَلک سے پھر اس کی خبر بھیج دی!
لافتیٰ کی صدا اب بھی ہے چار سو
اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو
اللہ اللہ تری ذاتِ عزّ و جل
شرک پر تھے جو صدیوں سے اپنے اٹل
جن کا نعرہ اُحد میں تھا اعلیٰ ہبل
دیکھ کر تیغ حیدرؑ گرے مُنہ کے بل
اور کہنے لگے خوف سے حیلہ جُو
اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو

جن کو اپنے بزرگوں سے پستی ملی
علمِ و عرفان کی فاقہ مستی ملی
دین و ایمان کی تنگ دستی ملی
اپنے اجداد سے بُت پرستی ملی
اُن کی محفل میں بھی آج ہے چار سُو
اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو

سیرِ عرش

ہنوز زنجیرِ در تھی جُنباں حضورؐ تا عرش جا کے آئے
کمالِ سیرِ بشر کا سکّہ دلِ مَلک پر بٹھا کے آئے
ہر ایک نقشِ قدم سے اُبھرے نئے نئے چاند اور ستارے
جہاں گئے کر دیا اُوجالا جہاں گئے جگمگا کے آئے
یہ فیصلہ اک ذرا ہے مشکل کہ کون دیدار کا تھا طالب
یہ اسکے جلوے کو دیکھ آئے کہ اپنا جلوہ دکھا کے آئے
دُرون پردہ سے صاف و واضح علیؑ کی آواز آ رہی ہے
رسولؐ بزمِ اُلوہیت کا اک اور پردہ اُٹھا کے آئے

خدا بول رہا ہے

محبوب سے اُلفت کی گرہ کھُول رہا ہے
ہر لفظ میں صد شہد و شکر گھُول رہا ہے
معراج میں ہر بات ہے لہجے میں علیؑ کے
انسان کے پردے میں خدا بول رہا ہے

آئینۂ ذات

ذات احمدؐ کی آئینۂ ذات ہے
یہ تخیل نہیں ہے مُحاکات ہے

مثلِ بشر پیدا

ہوا یوں پرتوِ نورِ ازل مثلِ بشر پیدا
کہ جیسے آئینہ میں صورتِ آئینہ گر پیدا
پسینہ فاضلِ طینت تھا ماتھے سے ٹپک آیا
کئے پھر اُس سے حق نے دوسرے پیغامبر پیدا
فرازِ عرش پر اُن کے برابر آنے جانے سے
ہوئی ہے کہکشاں کی اک مسلسل رہگذر پیدا

قدم گہرے پڑے گر درمیانِ راہ میں اُنکے
تو یوں اُبھرے کہ اُن سے ہو گئے شمس و قمر پیدا

انہیں کے چہرۂ روشن سے اور زلفِ معنبر سے
ہوئی پہلے پہل کونین میں شام و سحر پیدا

انہیں کے ابروئے خمدار رکھ کر سامنے اپنے
کیا قوسین کا قدرت نے عالیشان در پیدا

ملائیک تہنیت کے واسطے آتے ہیں ڈیوڑھی پر
اگر ہوتا ہے اُنکے گھر کوئی لختِ جگر پیدا

خصوصیت سے وہ لختِ جگر جس کے تصدق میں
فرشتوں کے ہوا کرتے ہیں پھر سے بال و پر پیدا

محمدؐ کے یہ اجزا ہیں سبھی اوّل سے آخر تک
یہاں چھوٹے بڑے سارے ہیں اِک انداز پر پیدا

باشندۂ قوسین

اے دو عالم کے شہنشاہ رسولِ مدنی
آپ کا مرتبہ مخلوق میں اللہ غنی

صِرف آدم ہی کی خلقت کا نہیں ذکر یہاں
ساری مخلوقِ خدا سامنے آنکھوں کے بنی

قصۂ طور مرتب ہوا حضرتؑ کے حضور
لن ترانی کی صدا ہو کہ صدائے اَرنی!

آپ باشندۂ قوسین، بظاہر مکّی
آپ کا اصلِ وطن عرش، بظاہر مدَنی
آپؐ گر عرش پہ پہونچے تو تعجب کیا ہے
کون ہے جس میں نہیں جذبۂ حُبّ الوطنی

ایک مدّت سے جو چھوٹا تھا وطن کا ماحول
جی یہ چاہا کہ چلیں دیکھ لیں بستی اپنی
میں یہاں ہوں مرا کُنبہ تو وہیں ہے سارا
میرے تارے ابھی کرتے ہیں وہیں ضو فگنی

سارے اجزا تو مرے نور کے ساکن ہیں وہیں
عرش پر تو ہے ابھی ساری بضاعت اپنی
چھوڑ کر آیا ہوں کس کس کو وہاں کیا کہیئے
ہے وہیں پوری مری نسل حسینؑ و حسنؑ

عرش سے فرش پہ یوں آئے رسولِ مدّنی
جیسے محتاجوں کی بستی میں کوئی آئے غنی

جیسے اک وادیٔ بے آب میں چاہ زمزم
جسکو یہ چاہ میسّر ہو وہ قسمت کا دھنی

تپتے صحرا میں چھلکتا ہوا کوثر جیسے
ہو گئی دُور جو صدیوں کی تھی تشنہ دہنی

آپ کی بزم کے پروانے بنے خود بھی چراغ
مثلاً بوذر و سلمان و اُویسِ قرنی

آپ کے گھر کا ہر اک فرد ہے اک پارۂ نور
آپ کے در کا ہر اک ذرّہ ہے ہیرے کی کنی

حسبِ توفیق ملا ہے مجھے مدحت کا شرف
ورنہ خود آپ تو توصیف سے ہیں مُستغنی

حقیقتِ ساحل

اک سمت جو خشکی ہے تو اک سمت تری ہے
اور بیچ میں اک خط ہے جو دونوں سے بری ہے
وہ خط جو نظر آ نہیں سکتا ہے مگر ہے
جو دیکھ لے اس کو وہ بڑا اہلِ نظر ہے
وہ خط کہ پتہ جس کا کسی نے بھی نہ پایا
وہ خط کہ جہاں دھوپ سے ٹکراتا ہے سایا

دونوں سے الگ رہ کے بھی دونوں کا ہے پابند
رشتہ ہے ملا دیتا ہے پیوند سے پیوند
ٹوٹے ہوئے شیشے میں کوئی بال ہو جیسے
مستقبل و ماضی کیلئے حال ہو جیسے
ہو جیسے اُفق بیچ میں ارض اور فلک کے
ہو جیسے بشر بیچ میں ابلیسؑ و مَلک کے
ہو جیسے دوا بیچ میں درد اور شفا کے
ہو جیسے نبیؐ بیچ میں عبد اور خدا کے
جو واجب و ممکن میں بنا ہے حدِ فاصل
وہ خط مرے نزدیک حقیقت میں ہے ساحل

مجموعه پاسخ‌های رسالت حضرت ابوطالب ؑ

یہ جو کافر ہیں تو پھر کوئی مسلمان نہیں

سارے مکّے میں موافق کوئی انسان نہیں
غیر تو غیر ہیں اپنے بھی مہربان نہیں
یہ اکیلے ہیں مگر پھر بھی پریشان نہیں
اور کمی حفظِ رسالت میں کسی آن نہیں
پھر بھی تم کہتے ہو یہ صاحبِ ایمان نہیں
یہ جو کافر ہیں تو پھر کوئی مسلمان نہیں

حِفظِ توحید پہ اصنام کے قائل دُشمن
ایک کی ضد میں ہر اک شرک شمائل دُشمن
گُل کی نگرانی پہ سب خار خصائل دُشمن
سارے اَحزاب خفا سارے قبائل دُشمن
پھر بھی تشویش انہیں کوئی کسی آن نہیں
یہ جو کافر ہیں تو پھر کوئی مسلمان نہیں

جُرم یہ ہے کہ بھتیجے کی حفاظت کب تک
دینِ نوخیز کی در پردہ حمایت کب تک
اپنے ماحول سے اس درجہ بغاوت کب تک
اک نئی قوم کی پوشیدہ قیادت کب تک
اور اس بات پہ یہ خوش ہیں پشیماں نہیں
یہ جو کافر ہیں تو پھر کوئی مسلمان نہیں

جُرم یہ ہے کہ محمدؐ کا قصیدہ کب تک
پردۂ نظم میں اظہارِ عقیدہ کب تک
حامی اس طفل کا یہ عمر رسیدہ کب تک
مُتَاثِّر بہ خیالاتِ جدیدہ کب تک
کم سے کم شیخِ قبیلہ کی تو یہ شان نہیں
یہ جو کافر ہیں تو پھر کوئی مسلمان نہیں

قدغنِ عام کہ اِن سے نہ کوئی بات کرے
شب پہ لازم ہے کہ دن سے نہ ملاقات کرے
چشمۂ آبِ بقا کو تہہِ ظلمات کرے
اِن کو مجبور کرے ترکِ مُوالات کرے
اِن کو تو اپنے قبیلے کا بھی کچھ دھیان نہیں
یہ جو کافر ہیں تو پھر کوئی مُسلمان نہیں

اے مسلمان خدا کیلئے نادان نہ بن
تجھ کو سب کچھ ہے خبر جان کے انجان نہ بن
قوم و ملّت کے لئے باعثِ نقصان نہ بن
ان کو کافر نہ بتا دشمنِ ایمان نہ بن
انکے ایمان کو کچھ حاجتِ بُرہان نہیں
یہ جو کافر ہیں تو پھر کوئی مسلمان نہیں

تونے کوثر کو بھی گنگا ہی سمجھ رکھا ہے
عقل و دانش کو بھی سودا ہی سمجھ رکھا ہے
تونے اس پھول کو کانٹا ہی سمجھ رکھا ہے
ان کو بھی اوروں کے جیسا ہی سمجھ رکھا ہے
پُشت در پُشت یہاں کفر کا امکان نہیں
یہ جو کافر ہیں تو پھر کوئی مسلمان نہیں

عمر بھر بہرِ محمدؐ جو پریشان رہا
ان کے پیغام پہ سو جان سے قربان رہا
ہر طرح ان کا محافظ جو ہر اک آن رہا
دین کا نصف صدی تک جو نگہبان رہا

پھر بھی یہ ضد ہے کہ وہ صاحبِ ایمان نہیں
یہ جو کافر ہے تو پھر کوئی مُسلمان نہیں

تو حقیقت کو بھی سمجھا ہے کہ افسانہ ہے
تیری نظروں میں تو کعبہ بھی صنم خانہ ہے
خاص اپنا بھی ترے واسطے بیگانہ ہے
ایسا لگتا ہے کہ تو واقعیٔ دیوانہ ہے

میں سمجھتا ہوں کہ تجھ سا کوئی نادان نہیں
یہ جو کافر ہے تو پھر کوئی مسلمان نہیں

میزِ بطحیٰ

السّلام اے میزِ بطحیٰ عمِّ ختم المرسلیں
پاسبانِ کعبہ عبدالمطلبؑ کے جانشیں

ناظمِ حِلّ و حرم، متولیٔ بیت الحرام!
سیّد و سردارِ مکّہ، بیضۃ البلد الامیں

چشمۂ زمزم کے ساقی، ناظرِ حجر و حطیم
بُت پرستوں میں خدا کے دین کے تنہا امیں

انتہائی محترم نزدِ بزرگانِ قریش
کُل عرب کے مقتدر سلطان بے تاج و نگیں

دینِ ابراہیمؑ پر قائم دیارِ شرک میں
پھول کانٹوں میں، خذف ریزوں میں اک دُرِ ثمیں

حلقۂ زُنّار میں اک دانۂ تسبیحِ نور
بُتکدوں کی بھیڑ میں اک کعبۂ حق و یقیں

اژدہامِ شب میں گویا ٹمٹماتا سا چراغ
لَو لگائے ہے کہ جلدی صبح ہو جائے کہیں

باپ بھی بیٹے کی صورت کرم اللہ وجہہٗ
بُت پرستی سے رہی محفوظ اُن کی بھی جبیں

اپنے ابنِ اَخ کے آثارِ نبوت پر نگاہ!
قبل بعثت ہی محمدؐ کی رسالت کا یقیں

السّلام اے خطبہ خوانِ عقدِ ختم المرسلیں
اک نبیؐ کا عقد اور کافر پڑھے ممکن نہیں

السّلام اے اوّل مدّاحِ ختم الانبیاء
السّلام اے نعت پیغمبرؐ کی خِشت اوّلیں

دین کی پہلی سپر اسلام کا پہلا دفاع
کلمۂ توحید کی پشتِ پناہِ اوّلیں

نُورِ اوّل کے مُربّی سرپرستِ عقلِ کُل!
سایۂ رحمت برائے رحمتؐ للعالمیں

زیرِ دامن وہ کہ جس کے زیرِ دامن کائنات
زیرِ سایہ وہ کہ جس کا خود کوئی سایہ نہیں

اُف وہ قطرہ جس کی گودی میں سمندر لے پناہ
اُف وہ ذرّہ جس کا پروردہ ہو خود مہرِ مُبیں

جس کی نگرانی میں پیغمبرؐ کریں تبلیغ دیں
پھر بھی لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ وہ مسلم نہیں
میں یہ کہتا ہوں کہ اتنی خدمتوں کے باوجود
وہ اگر مسلم نہیں تو کوئی بھی مسلم نہیں

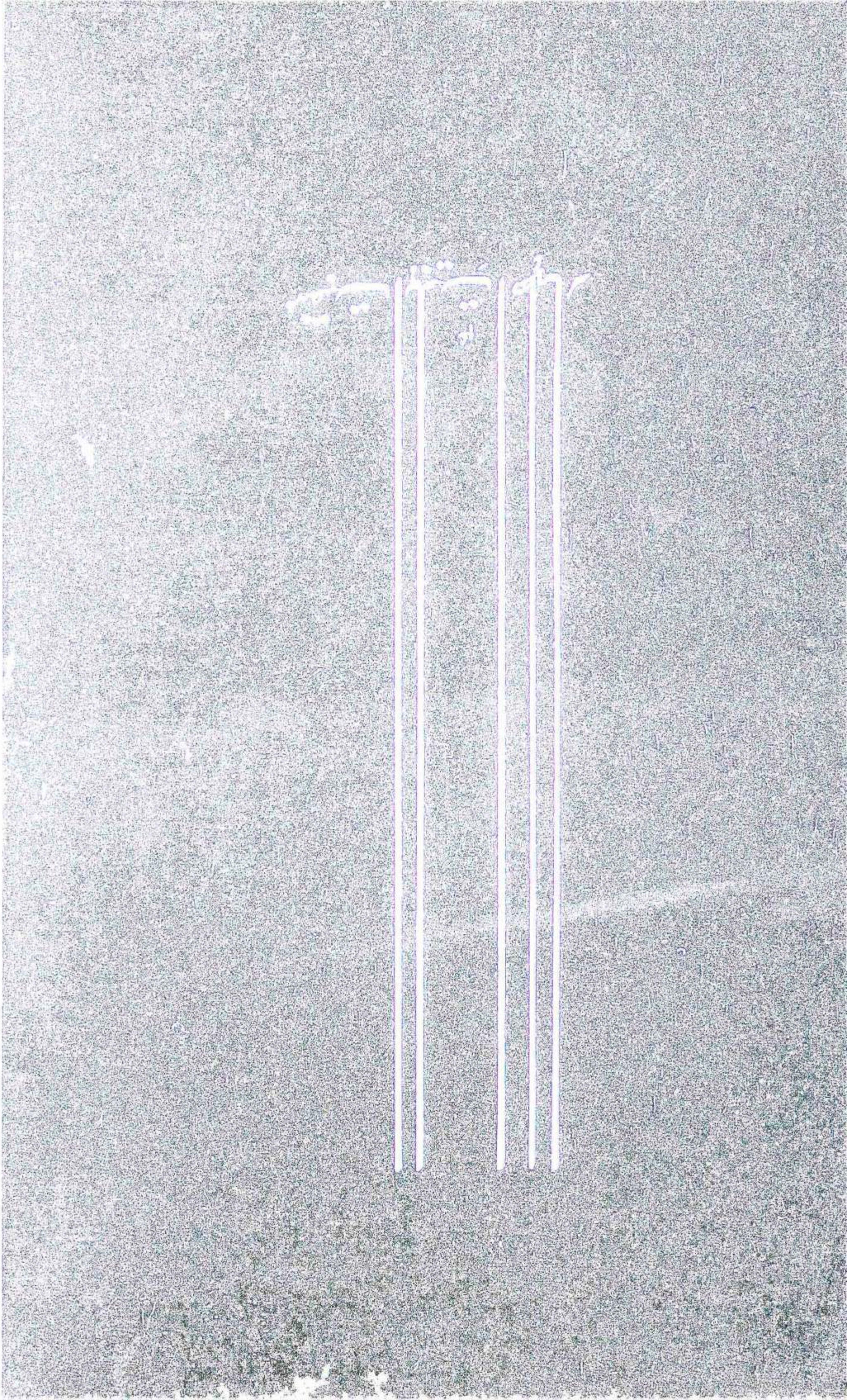

گُلستانِ عصمت

عصمت کے گلستاں میں یہ چیز ہے حیرت کی
پھولوں میں امامت کے خوشبو ہے رسالت کی

گھر فاطمہ زہرا کا اک آئینہ خانہ ہے
آتی ہے نظر ہر سُو تصویر نبوت کی

سلمان ہوں یا بوذر مقداد ہوں یا قنبر
بدلی ہوئی شکلیں ہیں سب فاضلِ طینت کی

سب آلِ محمدؐ پر پڑھتے ہیں درود اب تک
خیرِ اُمّتِ احمدؐ نے اتنی تو عنایت کی
قرآن کو عترت سے مشکل ہے جُدا کرنا
سر نوکِ سناں پر ہے اس پر بھی تلاوت کی
زنہار مخالف کی طاقت سے نہ گھبرانا!
شبیرؑ نے دُنیا کو یہ چیز عنایت کی
گنتی کے بہتّر کو نو لاکھ سے ٹکرا کر
کی بحث تمام آخر ہر قلّت و کثرت کی

اے اُمّتِ مرحومہ

تاریخ بتاتی ہے ہر مذہب و ملّت کی
ہر دور میں لوگوں نے مذہب سے بغاوت کی
گستاخی و جرأت کی حد درجہ جسارت کی
توہینِ نبوت کی تضحیکِ رسالتؐ کی
پرہم سے جو سچ پوچھو ایمان و دیانت کی
اے اُمّتِ مرحومہ تو نے تو قیامت کی

جلتے رہے شمعوں سے پروانوں سے اُلفت کی
پھولوں کی عداوت میں کانٹوں سے محبّت کی
رہبر کی فقط ضد میں رہزن کی حمایت کی
مُنہ موڑ کے دریا سے شبنم پہ قناعت کی
تھا چاند مگر پھر بھی تاروں نے حکومت کی
اے اُمّتِ مرحومہ تو نے تو قیامت کی
کچھ قدر نہ کی تو نے سرکارؐ کی عترت کی
منسوخ سمجھ بیٹھے آیت کو مُودّت کی
اتنا ہی نہیں بلکہ اِس درجہ جسارت کی
اُن لوگوں سے چُن چُن کے ضد کر کے عداوت کی
سرکارِ رسالت نے جن جن سے محبّت کی
اے اُمّتِ مرحومہ تو نے تو قیامت کی

اسلام پہ عترت کا احسان بھلا ڈالا!
اللہ کا تاکیدی فرمان بھلا ڈالا!
حج کر کے پھرے خُم کا میدان بھلا ڈالا!
اور اس میں محمدؐ کا اعلان بھلا ڈالا!
وہ جس میں صراحت تھی مولاؑ کی ولایت کی
اے اُمّتِ مرحومہ تو نے تو قیامت کی

صد حیف اگر خرمنِ دہقان جلا ڈالے
خود اپنے مُقدر کو انسان جلا ڈالے
سرمایۂ اسلام و ایمان جلا ڈالے
کہنے کو مسلماں ہو قرآن جلا ڈالے
افسوس کہ ایسوں کی تو نے بھی حمایت کی
اے اُمّتِ مرحومہ تو نے تو قیامت کی

باطل کی حمایت میں یہ زُورِ گلُوکب تک
چادر ہی بدل ڈالو ہر روز رفوکب تک
خودساختہ یہ مینا یہ جام وسُبوکب تک
جب سامنے کوثر ہے گنگا سے وضوکب تک
عترت سے نہ لی تونے اک بات شریعت کی
اے اُمّت مرحومہ تونے تو قیامت کی

ہم لوگ محبّت کو بدنام نہیں کرتے

ہم عقل کو مخلوطِ اَوہام نہیں کرتے
حق کا کبھی باطل سے اِدغام نہیں کرتے
پرواز میں رُخ سوئے ہر بام نہیں کرتے
ہر ایک صراحی سے پُر جام نہیں کرتے
ہر ایک کو دلِ دیدیں یہ کام نہیں کرتے
ہم لوگ محبّت کو بدنام نہیں کرتے

لینا ہو جسے یہ دل پہلے وہ حسیں بن لے
تارے تو بہت سے ہیں وہ ماہِ مبیں بن لے
پروانہ نہیں، شمعِ علم اور یقیں بن لے
اتنا ہو کہ اُستادِ جبریلِ امیں بن لے
یہ جنس گرانمایہ ہم عام نہیں کرتے
ہم لوگ محبّت کو بدنام نہیں کرتے

لینا ہو جسے یہ دل پہلے وہ اِدھر آئے
وہ سامنے خیبر ہے کر کے اُسے سر آئے
میدان میں لڑنے کا ہنگام اگر آئے
ہرگز نہ پہاڑوں کی چوٹی پہ نظر آئے
مُسلم کبھی توہینِ اسلام نہیں کرتے
ہم لوگ محبّت کو بدنام نہیں کرتے

ہے اپنی محبّت کا معیار جُداگانہ
چاہے کوئی ظاہر میں ہو گوہر یک دانہ
کہنے کو ستارہ ہو یا نام کو پروانہ
اُن کا ہے تو اپنا ہے بیگانہ تو بیگانہ
اُن کا جو نہیں اس کا اِکرام نہیں کرتے
ہم لوگ محبّت کو بدنام نہیں کرتے

آتے ہیں نظر ہم جو متوالے سے، پیتے تھیں
جس پر ہے نجف کندہ اس پیالے سے پیتے ہیں
دروازے پہ جاتے ہیں خُم والے سے پیتے ہیں
وہ اور ہیں جو جا کر پرنالے سے پیتے ہیں
زنہار نجس اپنا ہم جام نہیں کرتے
ہم لوگ محبّت کو بدنام نہیں کرتے

پاس اپنے حقیقت ہے افسانہ نہیں رکھتے
کعبہ کی جگہ دل میں بُت خانہ نہیں رکھتے
ہم نام کے یاروں سے یارانہ نہیں رکھتے
ہم شمع کی منزل پر پروانہ نہیں رکھتے
زنہار کبھی ایسا اقدام نہیں کرتے
ہم لوگ محبّت کو بدنام نہیں کرتے

یہ شوریہ غُل نزدِ سلطان اُمم کیا ہے
یہ عُذریہ سرگوشی یہ لاونعم کیا ہے
جب عشق کا دعویٰ ہے پھر بحث بہم کیا ہے
دیدیتے ہیں جاں عاشق داوات وقلم کیا ہے
بالفرض جو ہم ہوتے یہ کام نہیں کرتے
ہم لوگ محبّت کو بدنام نہیں کرتے

مُحبتِ اہلِ بیتؑ

اے شیخ تجھے معلوم بھی ہے یہ عشق ادھر کی بخشش ہے
کچھ چاہنے والے پیدا ہوں اللہ کی خود یہ خواہش ہے

مانا کہ زمانے کی تلخی دنیا کا خسارہ عشق میں ہے
یہ سب ہے مگر مجبوری ہے محبوب کی خود فرمائش ہے

دیوار میں چنوا دو ہم کو یا دار پہ کھنچوا دو ہم کو!
یہ عشق نہ چھوٹے گا ہم سے بیکار تمھاری کوشش ہے

ہے عشق ہمارے سینہ میں اور تم ہو کہ ہم سے جلتے ہو
اے شیخ ذرا محسوس کرو اس عشق میں کتنی سوزش ہے

ہنستے ہیں تو ہنسنے دو ہمکو روتے ہیں تو رونے دو ہم کو
ہے ہمکو جنوں تو اپنے لئے، بیکار تمھیں کیوں کاوش ہے

یہ عشق خرد دردامن ہے اس برق میں پنہاں خرمن ہے
یہ بیہوشی یا ہوشی ہے یہ لغزش عینِ دانش ہے

جو جام ہمارے ہاتھ میں ہے اس جام میں خالص کوثر ہے
جو جام تمھارے ہاتھ میں ہے اس جام میں کچھ آمیزش ہے

دنیا کی زباں پر اب تک جو توحید کا کلمہ باقی ہے
اسلام دعائیں دے اسکو اس گھر کی یہ تنہا کوشش ہے

مُباہلہ

بس آج یوں حق و باطل کا فیصلہ ہوگا
مزید بحث نہ ہوگی مُباہلہ ہوگا

نبیؐ کے ساتھ فقط اہلِ بیتؑ جاتے ہیں
یہ بات سچ ہے کہ اصحاب کو گِلہ ہوگا

مگر رسولؐ سمجھتے ہیں ان کی عادت کو
فرار کر گئے میدان سے تو کیا ہوگا

پنجتنِ پاکؑ

محمدؐ اور علیؑ فاطمہؑ حسینؑ و حسنؑ
خدا کے نام سے یہ نام بن کے آئے ہیں

خدا ہی جانے کہ پھر رُوح ان کی کیا ہوگی
کہ جن کے نور کے اَجسام بن کے آئے ہیں

جو بچ رہی تھی صراحی سے فاضلِ طینت
اُسی سے بزم میں یہ جام بن کے آئے ہیں

ہم شانِ حیدرؑ کوئی نہیں ہے

قطروں میں گوہر کوئی نہیں ہے
ذروں میں اختر کوئی نہیں ہے

دیکھے ہیں ہم نے سارے صحابی!
ہم شانِ حیدرؑ کوئی نہیں ہے

حیدرؑ کا لیکن ہے ذکر ہی کیا
سلمانؓ و بوذرؓ کوئی نہیں ہے

سلمانؓ و بُوذرؓ پھر بھی ہیں اک شے
قنبرؓ کا ہمسر کوئی نہیں ہے

ہر سمت کانٹے بکھرے ہوئے ہیں
اِن میں گُلِ تر کوئی نہیں ہے

یہ سب ہیں چلتے پھرتے مسافر
دراصل رہبر کوئی نہیں ہے!

ہیں سانپ ان میں کچھ آستیں کے!
اور اِن میں حَی در کوئی نہیں ہے

محفل میں سب ہیں پینے ہی والے
ساقیٔ کوثر کوئی نہیں ہے!

صحرا بہ صحرا شبنم ہی شبنم
ان میں سمندر کوئی نہیں ہے

بادِ مخالف کے سب ہیں جھونکے!
کشتی کا لنگر کوئی نہیں ہے

خاتونِ خانہ کہنے کو سب ہیں
خاتونِؑ محشر کوئی نہیں ہے

ہیں گھر کے اندر ازواج لیکن
چادر کے اندر کوئی نہیں ہے

قدم قدم پہ چراغ

ملے بیاضِ مسرّت سوادِ غم پہ چراغ

رہِ حیات کے ہر ایک پیچ و خم پہ چراغ

علیؑ کا ماننے والا کبھی بہک نہ سکا

قدم قدم پہ فضائل قدم قدم پہ چراغ

عَلَوی نظام

مُسلمانوں نے گر علوی نظام اپنا لیا ہوتا
تو چودہ سو برس میں کیا سے کیا یہ آج ہو جاتے

اور اِس عرصے میں پھر یہ قوم کیا یونہی پڑی رہتی
یہ سارے سنگریزے نیلم و پکھراج ہو جاتے

یہ ذرّے راست اپنے مہر سے کسبِ ضیا کرتے
یہ قطرے مل کے اپنے بحر سے موّاج ہو جاتے

یہ بندے سیکھ لیتے سطوتِ باطل سے ٹکرانا
مقابل باز کے یہ کبک یہ دُرّاج ہو جاتے!

اُحد اور بدر کے مانند جب ہوتی صفِ آرائی
مَلک آکر فلک سے شاملِ افواج ہو جاتے

یہ اسلامی ممالک یوں نہ رہتے علم سے خالی!
یہ خرمن دانے دانے کو نہ یوں محتاج ہو جاتے

نظامِ حق میں دعوائے انا الحق کون کر سکتا
چُپ اس کے ڈر سے ہر منصور ہر حلّاج ہو جاتے

مولودِ کعبہ

کسی رہبر کو کیا نسبت بھلا ہے اپنے رہبر سے
سب اپنے اپنے گھر سے آئے یہ اللہ کے گھر سے

علیؑ پیدا ہوئے کعبہ میں تم خود جا کے لے آؤ
کہا جبریلؑ نے آکر یہ برجستہ پیمبرؐ سے

یہ مژدہ سُن کے پیغمبرؐ کو تابِ ضبط کیا معنیٰ
محبّت ہی کچھ ایسی تھی برادر کو برادر سے

گئے اور پشتِ کعبہ پر پہونچکر آپ نے سوچا
نیا مہمان ہے آئے گا کعبہ کے نئے در سے

اِدھر دیوار نے بہر مبارکباد لب کھولے
نکل آئیں اُدھر بنتِ اسد اللہ کے گھر سے

مگر ہاں فاطمہ بنتِ اسد اس شان سے نکلیں
نکلتی ہو دُعا جیسے کوئی قلبِ پیمبرؐ سے

لئے آغوش میں اک چاند کا ٹکڑا نکل آئیں
کہ جس کی روشنی پوچھے کوئی عرشِ منوّر سے

علیؑ نے جس گھڑی محسوس کی خوشبوئے رسالتؐ کی
تو آنکھیں کھول دیں مچلے بہت آغوشِ مادر سے

اِدھر احمدؐ نے بھی بیتاب ہو کر ہاتھ پھیلائے
محبّت ہی کچھ ایسی تھی برادر کو برادر سے

نبیؐ کی گود میں پہونچے تو قرآں کی تلاوت کی
یہ مطلب تھا کہ واقف ہم بھی ہیں سب راز داور سے

زبان اپنی علیؑ کے مُنہ میں پھر دیدی پیمبرؐ نے
کیا یوں علم کے دریا کو وابستہ سمندر سے

رجب کی تیرہویں تھی اسلئے کچھ کہہ گئے ہم بھی
وگرنہ درحقیقت ہم ہیں عاجز مدحِ حیدرؑ سے

طالعِ مسعود

دینِ اسلام کا وہ طالعِ مسعود ہے تو
کعبہ جس کا ہے زچہ خانہ وہ مولود ہے تو
کیا ہوا آج نُصیری کا جو معبود ہے تو
صلبِ آدمؑ میں ملک کا بھی تو مسجود ہے تو
اِن ہی باتوں سے تو اغیّار میں محسُود ہے تو

میں نے مانا ہمہ تن نور و ضیا ہیں عیسیٰ
ناز پروردۂ تسلیم و رضا ہیں عیسیٰ
پھر بھی سچ ہے کہ ترے سامنے کیا ہیں عیسیٰ
ہے نصاریٰ کو گمان ابنِ خدا ہیں عیسیٰ
اور نُصیری کو یقیں یہ ہے کہ معبود ہے تو

شبِ ہجرت کی قسم نور کے بستر کی قسم
جنگِ خندق کی قسم غزوۂ خیبر کی قسم
گوشۂ قبر کی اور عرصۂ محشر کی قسم
جنّتِ خُلد کی تسنیم کی کوثر کی قسم
جس جگہ تجھ کو پکارا وہیں موجود ہے تو

اے شہنشاہ نجف شیرِ خدا نفسِ رسولؐ
بابِ علمِ نبویؐ حق کے ولی زوجِ بتولؑ
بوستانِ بنی ہاشم کے مہکتے ہوئے پھول
تجھ سے باغی جو ہوا اس کو نہ حاصل نہ حصول
بہرِ تقسیم درِ خلد پہ موجود ہے تو!

جب کسی جنگ میں نکلا ہے تو شمشیر بہ کف
منتشر ہو گئی اک آن میں کفار کی صف
تجھ میں اے نفس نبیؐ شیرِ خدا شاہِ نجف
سمٹے ہیں سارے کمالاتِ رسولانِ سلف
نطق محبوبِ خداؐ لہجۂ داؤد ہے تو

تو مدینہ میں رہا باب مدینہ بن کر
کشتیٔ نوح میں خود ایک سفینہ بن کر
ساتھ احمدؐ کے امامت کا خزینہ بن کر
دُوش پر مہرِ نبوت کا نگینہ بن کر
صدف کعبہ کا وہ گوہر مقصود ہے تو

کفر کو حق کے مسائل سے بھلا کیا نسبت
وِید کو پاک حمائل سے بھلا کیا نسبت
زاغ کو سیح ہے عنادل سے بھلا کیا نسبت
غیر کو تیرے فضائل سے بھلا کیا نسبت
راہ کی گرد ہیں سب منزلِ مقصود ہے تو

اس پر بھی کوئی ان کو نہ مانے تو غضب ہے

اے دوست نہ کچھ پوچھ یہ دُنیا بھی عجب ہے
معلوم ہے یہ بازوئے سلطانِ عرب ہے
آدم سے سدا ایک ہی صلبِ جد و اَب ہے
جو اِس کا نسب ہے وہی اُس کا بھی نسب ہے
دونوں میں جدائی کبھی پہلے تھی نہ اب ہے
اِس پر بھی کوئی ان کو نہ مانے تو غضب ہے

یہ امرِ حقیقت ہو عقیدت پہ نہ محمول
اک نور کے دو ٹکڑے ہیں اک شاخ کے دو پھول
بیکار ہے یاں گفتگوئے افضل و مفضول
اک سطح کے دو ناپ ہیں اک عرض ہے اک طول
چھوٹا ہے ذرا ایک تو یہ حدِّ ادب ہے
اس پر بھی کوئی ان کو نہ مانے تو غضب ہے

اِک کُن کے یہ دو حرف ہیں ایک کاف ہے اِک نُون
یہ دونوں بلا فصل اَزل ہی سے ہیں مقرون
اِک گوشت ہے اِک پُوست ہے اِک نسل ہے اِک خون
ہے فرق تو بس یہ کہ وہ موسیٰؑ ہیں یہ ہارونؑ
حیدرؑ میں نبوت ہی نہیں اور تو سب ہے
اس پر بھی کوئی ان کو نہ مانے تو غضب ہے

دراصل یہ دو ایک ہیں کہنے کو ہیں ہاں دو

تیغ ایک ہے پھل دو ہیں، قلم ایک زباں دو

مفہوم و مراد ایک ہے اندازِ بیاں دو

سرمایۂ علم ایک ہے، جنس ایک، دُکاں دو

جو ذات میں ہے بات وہی نفس میں سب ہے

اس پر بھی کوئی ان کو نہ مانے تو غضب ہے

وہ شمعِ رسالتؐ ہے یہ اُس شمع کی لَو ہے

وہ چاند یہ ہالا ہے، وہ خورشید یہ ضَو ہے

وہ برقِ سرِ طور، یہ اس برق کی رَو ہے

وہ سعیِ مسلسل، یہ سراپا تگ و دَو ہے

سَیر ایک ہی دونوں کی فقط جانبِ ربّ ہے

اس پر بھی کوئی ان کو نہ مانے تو غضب ہے

دو بھائی ہیں ایک ان میں ہے چھوٹا تو بڑا ایک
اک بھائی جو خطرے میں گھرا کود پڑا ایک
میدان میں گر شمع کے مانند کھڑا ایک
پروانہ صفت چاروں طرف بڑھ کے لڑا ایک
اغیار چلے جائیں تو پرواہ بھی کب ہے!
اِس پر بھی کوئی ان کو نہ مانے تو غضب ہے!

بھائی کو اکیلا کبھی بھائی نے نہ چھوڑا
پہلوئے سحر خطِّ شعاعی نے نہ چھوڑا
ساحل کبھی دریا کی کلائی نے نہ چھوڑا
ساتھ حق کا کبھی حق کے فدائی نے نہ چھوڑا
ہے حق کو طلب اِس کی اِسے حق کی طلب ہے
اس پر بھی کوئی ان کو نہ مانے تو غضب ہے

اصحاب میں یہ جاہ و حشم کس کے لئے ہے!
یہ حق کی عنایت یہ کرم کس کے لئے ہے!
معلوم ہے خیبر میں علم کس کے لئے ہے!
اور اس کے نہ ملنے کا الم کس کے لئے ہے
یُوں نام تو یاروں کی ندامت کا سبب ہے
اس پر بھی کوئی ان کو نہ مانے تو غضب ہے

مرقوم ہے تاریخ کے اوراق میں یکسر
حیدرؑ کے سوا کوئی نہیں فاتحِ خیبر
ہاتھوں پہ ہے در، در پہ ہے اسلام کا لشکر
اور پاؤں کو دیکھو تو وہ ہیں دوشِ ہوا پر
دُنیائے شجاعت ہے کہ انگشت بہ لب ہے
اس پر بھی کوئی ان کو نہ مانے تو غضب ہے

لوگ آلِ پیمبرؐ کو سمجھے نہیں

لوگ آلِ پیمبرؐ کو سمجھے نہیں
وحی والہام کے گھر کو سمجھے نہیں
ہیں مسافر یہ صدیوں سے بھٹکے ہوئے
یعنی ابتک یہ حیدرؑ کو سمجھے نہیں

خیر حیدرؑ رتو پھر بھی بڑی چیز ہیں!
لوگ سلمانؓ و بوذرؓ کو سمجھے نہیں

اور سلمانؓ و بوذرؓ کا کیا ذکر ہے!
حَدیہ ہے لوگ قنبرؓ کو سمجھے نہیں

چار جانب کے چکّر لگاتے رہے
نابلد شہر کے در کو سمجھے نہیں

رہبری کے لئے راہزن چُن لئے
اور دراصل رہبر کو سمجھے نہیں

باغ میں آکے کانٹوں سے اُلجھے رہے
اور لطف گُلِ تَر کو سمجھے نہیں

سنگریزوں کو گوہر پہ ترجیح دی
بدگُہر قدر گوہر کو سمجھے نہیں

اُوس کے چند قطروں پہ کی اکتفا
اور سراپا سمندر کو سمجھے نہیں

ہم نشیں اور ہے جانشیں اور ہے
فرقِ غار اور بستر کو سمجھے نہیں
تین تنکوں کو طوفاں میں لیکر بڑھے
کشتیٔ دیں کے لنگر کو سمجھے نہیں
ہر صحابی کو تارا سمجھنے لگے!
اور ماہِ منوّر کو سمجھے نہیں
سوئے خیبر علم لیکے اکثر بڑھے
اور اپنے مقدر کو سمجھے نہیں
پارۂ نور بھی اصل میں نور ہے
لوگ احمدؐ کی دختر کو سمجھے نہیں
جس کے سایہ میں دوزخ کے شعلے بجھیں
ایسی پرنُور چادر کو سمجھے نہیں

سب نے دیکھا ستارا اُترتے ہوئے
پھر بھی تاروں کے محور کو سمجھے نہیں

سُن لیا سب نے فطرس کو پَر مل گئے
پھر بھی یہ لوگ اس گھر کو سمجھے نہیں

سب نے دیکھا کہ سورج کو پلٹا دیا
پھر بھی یہ زورِ حیدرؑ کو سمجھے نہیں!

حشر کا دن ہے آلِ محمدؐ کا دن!
لوگ تفصیلِ محشر کو سمجھے نہیں

قدر آلِ محمدؐ کی کیا جانتے
وہ کہ جو خود پیمبرؐ کو سمجھے نہیں

مدح رخسار و گیسو میں اُلجھے رہے
عرض یہ ہے کہ جوہر کو سمجھے نہیں

پیاس گنگا سے اپنی بُجھاتے رہے
ساقیٔ حوضِ کوثر کو سمجھے نہیں

جا کے جبریلؑ کے پَر سے پوچھو اگر
ضربتِ تیغِ حیدرؑ کو سمجھے نہیں

یہ تجاہل ہے صرف اور صدیوں سے ہے
یہ نہیں ہے کہ حیدرؑ کو سمجھے نہیں

ناسمجھ اس سے بیعت کے طالب ہوئے
اور زہراؑ کے دلبر کو سمجھے نہیں

ناز تھا اپنی نو لاکھ کی فوج پر!
اور بہتر کے تیور کو سمجھے نہیں!

خوش تھے سب نہر کے گھاٹ کو روک کر
اور فرزندِ حیدرؑ کو سمجھے نہیں

اپنی ہستی کا محور فقط ایک ہے

کشتیٔ دل کا لنگر فقط ایک ہے
اپنی ہستی کا محور فقط ایک ہے

از ازل تا ابد مقصدِ زندگی
ایک ہے بندہ پرور فقط ایک ہے

اور وہ ہے فقط حُبِّ آلِ نبیؐ!
یعنی اپنا مقدر فقط ایک ہے

ہم ہیں وہ جوہر اک در پہ جُھکتے نہیں
جس پہ جھکتے ہیں وہ در فقط ایک ہے

آلِ احمدؐ کا کلمہ بدلتا نہیں!
جام بارہ ہیں کوثر فقط ایک ہے!

دَور کے ساتھ میکش بدلتے رہے
مَے مگر خم کے اندر فقط ایک ہے

وہ جو پالان اُشتر سے تیار ہو
ایسا دنیا میں منبر فقط ایک ہے

فتحِ خیبر مقدّر پہ موقوف ہے
اور ایسا مقدّر فقط ایک ہے

وہ جو کرّار ہو غیرِ فرّار ہو
وہ بقولِ پیمبرؐ فقط ایک ہے

تیغ جس کی مَلک کے بھی پر کاٹ دے
ایسا مردِ دلاور فقط ایک ہے

وہ جو تنہا ہزاروں سے رن جیت لے
ہو نہ محتاج لشکر فقط ایک ہے

وہ جو سیلاب لشکر کو بڑھنے نہ دے
ایسا سدِّ سکندر فقط ایک ہے

بے زرہ بے سپر جو ٹہلتا رہے
فوجِ دشمن کے اندر فقط ایک ہے

وہ بلا خوف جس کا مصلّیٰ بچھے
درمیانِ دو[2] لشکر فقط ایک ہے

موت اس پر کہ وہ موت پر جا پڑے
اس کلیجے کا صفدر فقط ایک ہے

سارے اصحاب میں سب سے بہتر علیؑ
چاند تاروں کے اندر فقط ایک ہے
بلکہ مخلوق میں سب سے بڑھکر علیؑ
اور بس اُن سے بڑھ کر فقط ایک ہے
اور وہ کون؟ وہ علم کا شہر ہے
اور اس شہر کا در فقط ایک ہے!
جس کا مشرق ازل جس کا مغرب ابد
ایسا خورشید خاور فقط ایک ہے
وہ جو بکھرے تو قوسین حلقے میں ہو
ایسی زلفِ معنبر فقط ایک ہے
انبیا جس کی رحمت کے سایہ میں ہوں
ایسی کملی وسیع تر فقط ایک ہے

وہ جو معراجِ میں پاؤں رکھ کر چلے
چاند تاروں کے اُوپر فقط ایک ہے
اور وہ کون؟ وہ احمدؐ مصطفےٰؐ
وہ جو محبوبِ داور فقط ایک ہے
اپنے انداز کا شجرۂ طیبہ
باغ عالم کے اندر فقط ایک ہے،
اَصْلُھَا ثَابِت وَّفَرْعُھَا فِی السَّمَاء
ایسا اونچا صنوبر فقط ایک ہے
اس شجر کی فقط ایک ہی شاخ ہے
یعنی احمدؐ کی دخترِ فقط ایک ہے
اہلِ تاریخ سے کہدو ضد چھوڑ دیں!
اس صدف کا تو گوہر فقط ایک ہے

جس کی آمد کی محشر میں اِک دھوم ہو
ایسی خاتونؑ محشر فقط ایک ہے

جس کے سایہ میں دوزخ کے شعلے بُجھیں
ایسی پُرنُور چادر فقط ایک ہے

بے اجازت مَلک جس میں داخل نہ ہو
ساری دُنیا میں وہ گھر فقط ایک ہے

جس کے گھر آکے تارا یہ بتلا گیا
ہم ستاروں کا محور فقط ایک ہے

جس میں اَزواج کا دخل مطلق نہ ہو
ایسی عصمت کی چادر فقط ایک ہے

خونِ عترت سقیفہ کی گردن پہ ہے
سَر بہت سے ہیں خنجر فقط ایک ہے

سفینہ الگ الگ

ہم تم چلے ہیں سوئے مدینہ الگ الگ
کشتی الگ الگ ہے سفینہ الگ الگ

اک کربلا سے جاتا ہے اک شہرِ شام سے
دو راستے ہیں سوئے مدینہ الگ الگ

عہدِ نبیؐ میں پیتے تھے اک ساتھ بیٹھ کر
اور اب تو مدتوں سے ہے پینا الگ الگ

قبل از غدیر بزم میں سب ہم پیالہ تھے
بعد از غدیر ساغر و مینا الگ الگ

اُلجھیں زیادہ آپ نہ اصحاب و آل میں
کاخِ بلند ایک ہے زینہ الگ الگ

ہے باب پر فدا کوئی میزاب پر فدا
ہیں اپنے اپنے دیدۂ بینا الگ الگ

عترت کے پاس علم ہے اُمّت کے پاس مال
دونوں لُٹا رہے ہیں خزینہ الگ الگ

بیشک بہایا دونوں نے اسلام کے لئے
ہم نے لہو تو تم نے پسینہ الگ الگ

آؤ بھی اب کہ دیدۂ و دل فرشِ راہ ہیں
کیا بٹ کے ٹکڑیوں میں یہ پینا الگ الگ

ہم سب کا دین ایک خدا اور رسولؐ ایک
مکہ الگ الگ نہ مدینہ الگ الگ

میخانہ اپنا ایک ہے پیرِ مُغاں بھی ایک
بس تھوڑا میکشی کا قرینہ الگ الگ

ہم کو بھی غم منانے دو تم بھی مناؤ جشن
تقسیم کر لیں آؤ مہینہ الگ الگ

بنّتِ حَصین اور ہے بنّتِ حسینؑ اور !
تاریخ میں یہ دو ہیں سکینہ الگ الگ

دونوں کو ایک کہتے ہیں گر آپ تو کہیں
کر لے گی خود ہی دیدۂ بینا الگ الگ

زینبؑ کے دونوں لال گئے رن میں ایک ساتھ
مَرنا الگ الگ ہے نہ جینا الگ الگ

اِیمان کی بارات

وہ شہرِ مدینہ وہ سرِ شام کا منظر
سُرخیٔ شفق کچھ ابھی باقی ہے اُفق پر
تاریکیٔ شب رنگ شفق پر اثر انداز!
چشمِ رمد آلودِ فلک سُرمہ گہہِ ناز
جیسے کہ فضاؤں سے کوئی سُرمہ فشاں ہے
ہر ذرے پہ نیلم کے بُرادے کا گُمان ہے

پوچھے کوئی قدر اس کی نبیؐ قرشی سے
ملتی ہوئی رنگت ہے بلالِ حبشی سے

دھندلا سا سماں سایۂ طوبیٰ سے مشابہ
کچھ کچھ حجرِ اسودِ کعبہ سے مشابہ

سانچے میں مسرت کے فضا ساری ڈھلی ہے
اک مجمع اصحاب ہے اور بیت علیؑ ہے

تاریخ میں یہ پہلے مسلمان کی بارات
اسلام کے گھر جاتی ہے ایمان کی بارات

آرام کی سیج ہے کہ کبھی قدر نہ جانی
دن بیاہ کا اُس دن بھی دیا باغ میں پانی

خود دار نے احساں نہ لئے اہلِ جہاں کے
ٹوٹی ہوئی نعلین میں خود دے لئے ٹانکے

افلاس سدا گھر میں جو مہمان ہوا ہے
شادی کا زرہ بیچ کے سامان ہوا ہے

ہمراہ نہ باجا ہے نہ تاشا نہ طبل ہے!
تکبیر کا نعرہ ہے جو بابانگ دُہل ہے!

بارات میں اصحابِ خدادا د کہیں ہیں
سلماںؓ کہیں بوذرؓ کہیں مقدادؓ کہیں ہیں

اپنے بھی پرائے بھی جگر بھی ہیں دگر بھی!
کچھ لوگ ہیں ایسے جو اِدھر بھی ہیں اُدھر بھی

مسرور بہت آج ہیں سرکارِ مدینہ
تعمیر پہ ہے آلِ محمدؐ کا سفینہ

عصمت کے تمدّن کی رکھی جاتی ہے بنیاد
ہوتے ہیں بہم چادرِ تطہیر کے افراد

وابستہ کئے جاتے ہیں دو[2] نور کے ٹکڑے
ملتے ہیں بہم برقِ سرِ طور کے ٹکڑے

ہم مرتبہ دونوں ہیں برابر کا شرف ہے
سچ ہے کہ مدینہ کا کفو ہے تو نجف ہے

تشکیل کی منزل پہ ہے اِک ایسا گھرانا!
تاریخ میں ہو سب سے الگ جس کا فسانہ

اُس نسل کی تخلیق مشیت کو ہے منظور
جو طیّب و طاہر ہو ہر اک رِجس سے ہو دور!

اس نسل کے جو بچّے بھی پَل بڑھ کے جواں ہوں
وہ کم سے کم ایسے ہوں کہ سردارِ جناں ہوں

جبریلِ[4] امیں آسیہ گرداں نظر آئیں!
خیّاط یہاں حضرت رضواں نظر آئیں

جشنِ تاجپوشیٔ امامؑ

قدم قدم پہ ہے خوشی سرور گام گام ہے
چمن چمن شجر شجر گلوں کا اِژدھام ہے
کہاں کہاں کے لوگ ہیں عجیب دُھوم دھام ہے
مدینہ ہے عراق ہے یمن ہے اور شام ہے
جہاں میں آج جشنِ تاجپوشیٔ امامؑ ہے!

ہوئی ہے حج سے واپسی رواں دواں ہیں قافلے
رسولِؐ حق کے ہمرکاب و ہم عناں ہیں قافلے
خدا کے حُکمِ خاص پر کشاں کشاں ہیں قافلے
ابھی تو ایک راہ پر سبھی رواں ہیں قافلے

ابھی غدیرِ خم یہاں سے اور چند گام ہے
جہان میں آج جشن تاجپوشیٔ امامؑ ہے

ابھی کسی میں دم نہیں کہ راہبر کو چھوڑ دے
فریبِ شب میں آن کر کوئی سحر کو چھوڑ دے
خذف کو جیب میں رکھے مگر گُہر کو چھوڑ دے
خدا کے دین سے پھرے نبیؐ کے گھر کو چھوڑ دے

ابھی نبیؐ کی آل پر درود ہے سلام ہے!
جہاں میں آجِ جشنِ تاجپوشیٔ امامؑ ہے

ہے کوئی ان میں سُست رَو تو کوئی تیز گام ہے!
نہ اختلافِ راہ ہے نہ انتشارِ عام ہے!
نہ اپنی اپنی صبح ہے نہ اپنی اپنی شام ہے!
ابھی بہت ہی احتیاط و مصلحت سے کام ہے!
ابھی تو خود رسولؐ ہیں اور اُن کا احترام ہے
جہاں میں آج جشنِ تاجپوشیٔ امام ہے

کوئی پلٹ کے آگیا کسی نے رُوک لی لجام
جو پیچھے رہ گئے تھے وہ سمٹ کے آگئے تمام
کجاوے ایک جا کرے کسی کے ذمّہ ہے یہ کام
کسی کے ذمّہ دشت کی صفائی کا ہے انتظام

خدا کا حکمِ خاص ہے نبیؐ کا حُکمِ عام ہے!
جہاں میں آج جشنِ تاجپوشیٔ امام ہے!

کیا گیا ہے منتخب غدیر کے مقام کو
سجی ہوئی ہے بزم مے صلا ہے خاص و عام کو
اُٹھا ہے میر میکدہ خود آج اہتمام کو
جُھکے ہوئے ہیں بادہ کش ہر اک طرف سلام کو
مدینہ کی صراحی پر دھرا نجف کا جام ہے!
جہاں میں آج جشنِ تاجپوشیٔ امامؑ ہے

مئے اَلست کی طرح یہ مے بھی ہے مئے وِلا!
کوئی کہے کرم بکُن کوئی کہے ہمیں پلا!
کوئی کہے اِدھر تو دے کوئی کہے اُدھر تو لا!
کوئی کہے نعم نعم کوئی کہے بلیٰ بلیٰ!
پیو پیو یہ مے وہ ہے جو نعمتِ تمام ہے
جہاں میں آج جشنِ تاجپوشیٔ امامؑ ہے

ہیں ان میں ایسے لوگ بھی کہ دل میں کچھ زباں پہ کچھ
سفر میں کچھ حضر میں کچھ یہاں پہ کچھ وہاں پہ کچھ
وفا کے ادّعا میں کچھ مگر پھر امتحاں پہ کچھ
نبیؐ کی زندگی میں کچھ وفاتِ ناگہاں پہ کچھ
یہ میکدے میں آ گئے تو میکشوں میں نام ہے
جہاں میں آج جشنِ تاجپوشیٔ امامؑ ہے

یہ وہ شراب ہے جسے ہمیشہ اولیا نے پی
ہر ایک متّقی نے پی ہر ایک پارسا نے پی
اور اپنے اپنے دور میں جسے سب انبیا نے پی
نبیؐ کا چشمِ دید ہے کہ عرش پر خدا نے پی
پیو میں ذمّہ دار ہوں شرابِ اگر حرام ہے
جہاں میں آج جشنِ تاجپوشی امامؑ ہے

اِسے رسولؐ نے کبھی رکھا نہیں ہے راز میں
ہمیشہ پی پلائی ہے حقیقت و مجاز میں
اُحد کے اور بدر کے نشیب اور فراز میں
یہ وہ شرابِ ناب ہے روا ہے جو نماز میں
کہ جس کے قطرے قطرے پر لکھا خدا کا نام ہے
جہاں میں آج جشنِ تاجپوشیٔ امامؑ ہے

یہ ایسی بزمِ عام ہے کہ غیر ہے مِلا جُلا
وہ خار ہے اُسی جگہ جہاں پہ پھول ہے کِھلا
جو دِل کا اتنا چُور ہے کہ لب سے کہہ دیا بلیٰ
پھر اس کو بھول کر ہوا بلا میں ایسا مبتلا
کہ ہر گناہگار کا گناہ جس کے نام ہے!
جہاں میں آج جشنِ تاجپوشیٔ امامؑ ہے

غدیر کی تفصیل

نہ پوچھ مُجھ سے مَری جاں غدیر کی تفصیل
یہاں بہت سی وفاداریاں ہوئیں تبدیل

وہ جِن کے عشق کے قصّے سنائے جاتے ہیں
انہی کے ہاتھوں ہوئی انکے عشق کی تذلیل

وہ ساری صحبت دیرینہ، وہ رِفاقتِ غار
سبھی ہوئی ہوسِ اقتدار میں تحلیل

بہت سے تارے جو پھرتے تھے آفتاب کے گرد
ہوئے سمٹ کے وہ عقرب کے بُرج میں تحویل

یہیں پہ شمع سے پروانوں نے بغاوت کی
یہیں ہوئی حزبِ اختلاف کی تشکیل

یہیں پہ لوگ ہوئے اپنے دین سے مایوس
کہ اقتدار کی باقی رہی نہ کوئی سبیل

یہاں تک آیا تھا ہر کلمہ گو رسولؐ کے ساتھ
یہاں سے کر لیا اکثر نے راستہ تبدیل

یہاں سے ہم در مولا پہ جا کے بیٹھ گئے
یہاں سے اُٹھ کے سقیفہ کی تم نے کی تشکیل

منقبت لبضعة الرسول خصائص فاطمة الزهراء سلام الله عليها

گھر فاطمہؑ زہرا کا عجب شان کا گھر ہے

گھر فاطمہؑ زہرا کا عجب شان کا گھر ہے
یہ وحی کی منزل ہے یہ قرآن کا گھر ہے
اسلام کے ماحول میں ایمان کا گھر ہے
مومن کی منافق کی یہ پہچان کا گھر ہے
کچھ لوگ مرے جاتے ہیں بس رنج و محن میں
اس گھر کا جو دروازہ ہے مسجد کے صحن میں

اللہ نے اس گھر کو نبوت سے نوازا
دنیا میں اسے دین و شریعت سے نوازا
عصمت سے امامت سے ولایت سے نوازا
ہر فرد کو قرآن کی آیت سے نوازا

سانچے میں مشیت کے یہ افراد ڈھلے ہیں
سب چادرِ تطہیر کے سایہ میں پلے ہیں

یہ عزم کے فولاد اسی گھر میں ملیں گے
یہ نور کے اَجساد اسی گھر میں ملیں گے
جبریل کے اُستاد اسی گھر میں ملیں گے
اس سطح کے افراد اسی گھر میں ملیں گے

امکان کی بس آخری سرحد نظر آیا
جس فرد کو دیکھا وہ محمد نظر آیا!

اَصحابِ نبیؐ اور ہیں اور آلِ نبیؐ اور !
صحبت کا شرف اور ہے رشتہ نسبی اور
مطلب کے سبھی یار ہیں پر مُطّلبی اور
ظاہر میں سبھی آئینے لیکن حَلبی اور

جو بات یہاں ہے وہ کہیں اور نہیں ہے
اصحاب کے اندر تو بہر طور نہیں ہے

اصحابِ مکرّم ہیں مگر اپنی جگہ ہیں
خار اپنی جگہ غنچۂ تر اپنی جگہ ہیں
غیر اپنی جگہ لختِ جگر اپنی جگہ ہیں
سنگ اپنی جگہ لعل و گُہر اپنی جگہ ہیں

پہلو میں جو آ بیٹھے اسے دل نہیں کہتے
رہرو کو کبھی رہبرِ منزل نہیں کہتے

ممکن نہیں اُمت کا قیاس آلِ نبیؐ پر!
یہ لوگ الگ لوگ ہیں یہ گھر ہے الگ گھر
اس گھر کے تو بچّے بھی بدل دیتے ہیں اکثر
انسانوں کی تقدیر فرشتوں کے مقدر
راہب کو کئی لال اسی گھر سے ملے ھیں
فطرس کو پر و بال اسی گھر سے ملے ھیں
گردوں سے اُتر کر یہیں آتا ہے ستارا
ملتا ہے یہیں آ کے نبوت کا کنارا
ہے نصب اسی گھر میں امامت کا منارا
ہر فرد ہے یاں کشتیٔ اُمت کا سہارا
کچھ پھول ہیں کچھ گلشنِ عصمت کی کلی ہیں
حسنینؑ ہیں زہراؑ ہیں نبیؐ اور علیؑ ہیں

یہ سارے شرف بنتِ رسالتؑ کے لئے ہیں
حوران جناں وقف اطاعت کے لئے ہیں
جبریلؑ امیں بچّوں کی خدمت کے لئے ہیں
خود آپ مصلّے پہ عبادت کے لئے ہیں
ڈیوڑھی پہ مَلک صورت دربان ہے حاضر
درزی کی ضرورت ہے تو رضوان ہے حاضر

اللہ رے عزّ و شرفِ بنتِ رسالتؐ
قندیلِ حرم، شمع شبستانِ امامتؑ
رحمت جو محمدؐ ہیں تو یہ پارۂ رحمت
وہ کُلِّ نبوّت ہیں تو یہ جزوِ نبوت
آساں نہ کہو معرفتِ ختمِ رُسُل کو
جو جُز کو نہ سمجھا ہو وہ کیا سمجھے گا کُل کو

افسوس کوئی فاطمہؑ زہرا کو نہ سمجھا
اولادِ شہِ یثرب و بطحیٰ کو نہ سمجھا
شاخ و ثمرِ شجرۂ طوبیٰ کو نہ سمجھا
اندھیر یہ ہے نور کے اجزا کو نہ سمجھا
ہے نسل اِسی سے توشۂ مُطّلبی کی !
اتنا بھی نہ سمجھے کہ یہ بیٹی ہے نبیؐ کی !

عرش کی چاندنی

آگئی قُدس کی روشنی آگئی
فرش پر عرش کی چاندنی آگئی

آفتابِ رسالتؐ سے پھُوٹی کرن
یک بیک آج کوثر ہوا موجزن

شجرۂ طیّبہ میں ثمر آگیا
ایک تارا اُدھر سے اِدھر آگیا

یہ جگر پارۂ وحی و تنزیل ہے
اس کے خُدّام میں ایک جبریلؑ ہے

قُدسی الاصل، مخدومۂ آسماں
ملکۂ عرش، شہزادیِ لامکاں

شمعِ خاتم کی لو، صبحِ اوّل کی ضو!
مطلعِ قابِ قوسین کی ماہِ نو

جزوِ ختمِ رُسُل، پارۂ عقلِ کُل!
زیرۂ گل کہ جس سے چلے نسلِ گُل!

آفتابِ دَرخشاں کی لختِ جگر
مہرِ پارہ شریکِ حیاتِ قمر

نازپروردۂ سدرۃ المنتہیٰ!
اُمِّ حسنینؑ ہم پلّۂ لافتیٰ!

تُول لیجئے برابر کی میزان ہے
وہ ہے ایمان یہ کفوِ ایمان ہے

اس کی عظمت نبوت کو تسلیم ہے
باپ ہے اور بیٹی کی تعظیم ہے

اس کو ازواج سے کوئی نسبت نہیں
آل ہے آل یہ کوئی اُمت نہیں

کس قدر پست اَزواج کا ذوق ہے
ناچ کا جشنیوں کے اُنھیں شوق ہے

اور یہ سہواً بھی گُڑیوں سے کھیلی نہیں
غیر تسبیح کوئی سہیلی نہیں

عرض میں کب یہ ہمّت کہ جوہر بنے
کس میں دم ہے کہ خاتونِؑ محشر ہے

اپنے اپنے نصیبے ہیں مقسوم ہیں
سارے حجرے چراغوں سے محروم ہیں

حق کے دربار میں انکی کیا مان ہو
نسل ہی کب ہے جو حق پہ قربان ہو

اُنکی قسمت میں لُو لُو و مرجاں کہاں
جُو مُرادوں سے پر ہوں وہ داماں کہاں

اور یہاں نسلِ زہراؑ کا کیا پوچھنا
چاند تاروں کی دُنیا کا کیا پوچھنا

کربلا کے فقط ایک میدان سے
بھر گیا گھر شفاعت کے سامان سے

تھک کے کیونکر نہ رہ جائے اپنا قلم
جو بھی لکھئے وہ سب ہے حقیقت سے کم

مثلِ قرآن شانِ نزولی میں ہے
حق کا فیضان شکل بتولؑ میں ہے

یہ اکیلی نہیں ہے چمن ساتھ ہے
گیارہ انوار کی انجمن ساتھ ہے

زیرِ دامن جو کرنیں دمکنے لگیں
عقلِ اوّل کی آنکھیں چمکنے لگیں

شمعِ پُر نورِ قندیلِ عرشِ بریں
لاکھ دُنیا بجھائے یہ بجھتی نہیں

لوحِ محفوظ کی قُرۃ العین ہے
اس کے آنچل میں تقدیرِ کونین ہے

یہ پیمبرؐ نہیں بلکہ پیغام ہے
دخترِ وحی ہے اُمّ الہام ہے

سراپائے بتولؑ

اے بتولِؑ عذرا بنتِ رسولِؐ دوسرا
سنگِ اسود تری چوکھٹ ہے تو گھر ہے کعبہ

تو ہے وہ کہئے جسے رازِ دُرونِ پردہ ؟
کھینچ سکتا ہے بھلا کون سراپا تیرا

چشمِ حق بیں میں لگا شرم و حیا کا کاجل
بدلے مسّی کے لبوں پر ہے فقط ذکرِ خدا

تیرے زیور ترے معصومؑ گیارہ فرزند
اور پھر اس پہ علیؑ سا تجھے سر تاج ملا

سَر پہ بِندی ہے کہ اسلام کی پابندی ہے
نقش سجدہ ہے کہ ماتھے پہ ہے روشن ٹیکا

باہیں حسنینؑ نے گردن میں حمائل کر دیں
ایک گرطوق بنا ایک گلُوبند بنا

کیسا جھُومر ترے کانوں میں کہاں کی بالی
باتیں پیغمبرِ اسلامؐ کی سب پر بالا

برکت و خیر ہے قدموں سے ترے وابستہ
تجھ کو قدرت نے یہ خلخال یہ پازیب دیا

تیرے بازو کے یہ جوشن ہیں صغیر اور کبیر
دونوں فرزند حُسینؑ اور حَسنؑ سبز قبا

آئینہ تیرے لئے سینۂ شفاف رسولؐ
جس میں پورا نظر آتا ہے سراپا تیرا

تیغِ حیدرؑ سے لہو پاک کیا تھا اکثر
بس یہی تیرے کفِ دست کو ہے رنگِ حنا

تھی یہ حسرت کہ بنے تیری ردا کا پیوند!
اس لئے ہوگیا قرآن بھی پارہ پارہ!

اظہارِ عقیدت زہراؑ سے

اُمّت پہ یہ لازم ہے کہ کرے اظہارِ عقیدت زہراؑ سے
گر روزِ قیامت رکھتی ہے اُمّید شفاعت زہراؑ سے

دنیا کے مُفسّر کچھ بھی کہیں مربوط ہے آیت زہراؑ سے
ہے سورۂ کوثر میں کوثر دراصل عبارت زہراؑ سے

ازواجِ نبیؐ کے آنچل کو اس واسطے خالی چھوڑ دیا
خالق کی مشیّت ہے کہ چلے بس نسلِ نبوت زہراؑ سے

احمدؐ سا نبیٔ خاتم بھی تعظیم کی خاطر اُٹھتا ہے
دُنیا میں ملی ہے عورت کو یہ شان یہ عزّت زہراؑ سے

ازواجِ نبیؐ کا ذکر ہی کیا تاریخ گواہی دیتی ہے
فضل اور شرف میں بڑھ نہ سکی اب تک کوئی عورت زہراؑ سے

مریمؑ سے نبوت کا شجرہ اک نسل سے آگے بڑھ نہ سکا
پر آج بھی دُنیا میں قائم ہے نسل امامت زہراؑ سے

دو لال ملے تھے زہراؑ کو دونوں کو کیا اُمّت پہ فدا!
معلوم نہیں کیا چاہتی ہے اب اور یہ اُمّت زہراؑ سے

زہراؑ کی صداقت پر جبکہ تطہیر کی آیت شاہد ہے
دربار میں پھر کیوں مانگتے ہیں یہ لوگ شہادت زہراؑ سے

اسلام کی خاطر زہراؑ کی اولاد نے وہ وہ کام کئے
ممکن ہی نہیں ہے جس کی جزا شرمندہ ہے قدرت زہراؑ سے

ثانیِ زہراؑ

خانۂ زہراؑ میں پیدا ثانیٔ زہراؑ ہوئیں
حق نے بھیجا ہے یہ آئینہ برائے فاطمہؑ

اس سے بڑھ کر عظمتِ زینبؑ کی ہوگی کیا دلیل
خود حسینؑ ان کو سمجھتے تھے بجائے فاطمہؑ

شام کے دربار میں زینبؑ کے خطبے کو سنو
لہجۂ حیدرؑ میں آتی ہے صدائے فاطمہؑ

زینبؑ علیا کو ورثہ میں ملی ماں باپ سے
جرأت شیرِ خدا صبر و رضائے فاطمہؑ

ہے زنانِ عالمِ اسلام کی سیرت گواہ!
کوئی زینبؑ سے نہیں بہتر سوائے فاطمہؑ

شاخ کی تعریف بھی تو اصل کی تعریف ہے
ہے ثنائے ثانیٔ زہراؑ ثنائے فاطمہؑ

منقبت حضرت سید الشہداء امام حسینؑ

ہے محض بیکار آئینہ اگر جوہر نہیں

دل نہیں جس میں ولائے سبطِ پیغمبرؐ نہیں
ہے محض بیکار آئینہ اگر جوہر نہیں

تو نے پھر سے ڈالدی مولا بنائے لاالہ
اَے حُسینؑ ابنِ علی تیرا کوئی ہمسر نہیں

کہہ دو فطرس سے کہ یہ شبیرؑ کی سرکار ہے
آ کے اس ڈیوڑھی سے لیجائے جو بال و پر نہیں

جمع کیوں کرتا ہے تو فوجوں پہ فوجیں ابنِ سعد
یاں تو گنتی کے بہتّر ہیں کوئی لشکر نہیں

کہتی تھیں لیلیٰ نہیں ہے میرے اکبر کا جواب
اور دنیا میں کوئی ہمشکلِ پیغمبرؐ نہیں

سجدۂ خالق میں سر رکھ کر یہ کہتے تھے حسینؑ
کوئی شے تیری رضا سے اے خدا بہتر نہیں

اپنا سب گھر بار تیری راہ میں لٹوا چکا
رہ گئی جاں وہ بھی تیرے حکم سے باہر نہیں

مگر بس ہے خیال اسکا کہ یہ نانا کی اُمّت ہے

بحمداللہ اپنے بازوؤں میں حق کی قوّت ہے،
گراں ثقلین سے لاریب اپنی ایک ضربت ہے،
بشر کیا شے ہے ما فوق البشر اپنی شجاعت ہے،
پر جبریلؑ سے پوچھو کہ ہم میں کتنی طاقت ہے،
ہمارے سامنے سب ہیچ یہ فوجوں کی کثرت ہے
مگر بس ہے خیال اس کا کہ یہ نانا کی اُمّت ہے

عرب کے سورماؤں نے مقابل آکے دیکھا ہے
سرِ میدان شُعلہ تیغ کا بھڑکا کے دیکھا ہے
نہ بگڑا کچھ تو پھر تیروں کا مینہ برسا کے دیکھا ہے
مسلسل بدر سے صفیں تک ٹکرا کے دیکھا ہے
دَبے جب ہم نہ اگلوں سے تو انکی کیا حقیقت ہے
مگر بس ہے خیال اس کا کہ یہ نانا کی اُمّت ہے

جو کھینچوں تیغ پیدل جا کے اَسواروں سے ٹکرائیں
یہ شعلے کفر کے دوزخ کے انگاروں سے ٹکرائیں
یہ باطل کی چٹانیں جا کے کہساروں سے ٹکرائیں!
یہ بُزدل بھاگ کر کوفے کی دیواروں سے ٹکرائیں

بحمداللہ مجھ تنہا کے اندر اتنی طاقت ہے!
مگر بس ہے خیال اس کا کہ یہ نانا کی اُمّت ہے

جوانانِ بنی ہاشم تو ہیں شب ہی سے آمادہ
نمازِ صبح میں تیغیں دھرے تھے زیرِ سجّادہ
وہ دیکھو وہ حسنؑ کا لال وہ اکبر سا شہزادہ
علم کے زیرِ سایہ سب سے پہلی صف میں اِستادہ
مرے شیروں کو کوئی ٹوک دے یہ کس میں ہمّت ہے
مگر بس ہے خیال اس کا کہ یہ نانا کی اُمّت ہے،

فقط اکبر مرا نو لاکھ کے لشکر کو کافی ہے
یہ تیشہ ہی فقط ہر سنگ ہر پتّھر کو کافی ہے
یہ پیری کا عصا ہر سانپ ہر اژدر کو کافی ہے
علیؑ کی تیغ ہے سارے زمانے بھر کو کافی ہے
فقط کہہ دوں کہ ہاں جانِ پدر جاؤ اجازت ہے،
مگر بس ہے خیال اس کا کہ یہ نانا کی اُمّت ہے،

یہ دیکھیں گے کہ پیاسے تین دن کیسے لڑتے ہیں
بہتّر جنکو ہم لائے ہیں گِن کے کیسے لڑتے ہیں
بڑوں کا ذکر کیا اِس نکم ہیں جن کے کیسے لڑتے ہیں
یہ تیز و تُند طوفانوں سے تنکے کیسے لڑتے ہیں
یہ سمجھے ہیں کہ بس موقوف پانی پر شجاعت ہے
مگر بس ہے خیال اسکا کہ یہ نانا کی اُمّت ہے
یہ سمجھے ہیں مرے موقف سے مجھ کو دُور کر لیں گے
بزُورِ تیغ بیعت پر مجھے مجبور کر لیں گے
ہٹا کر شمع پروانے سے کسبِ نور کر لیں گے
سوادِ شام سے حاصل چراغِ طور کر لیں گے
ہمیں بھی دیکھنا ہے آج انمیں کتنی طاقت ہے
مگر بس ہے خیال اسکا کہ یہ نانا کی اُمّت ہے

خیمے لب فرات سے اٹھوائے جاتے ہیں

خیمے لبِ فرات سے اُٹھوائے جاتے ہیں
عبّاسؑ ہیں کہ غیظ سے بل کھائے جاتے ہیں

کاندھے پہ ہاتھ رکھ کے شہنشاہِ بحر و بر
تلقینِ ضبط بھائی کو فرمائے جاتے ہیں

بپھرے ہوئے ہیں شیرِ نیستانِ حیدری
شبیرؑ ایک ایک کو سمجھائے جاتے ہیں

لیکر چلے ہیں اپنے رفیقوں کو دشت میں
کس کی جگہ کہاں ہے یہ بتلائے جاتے ہیں

پیاسے ہیں تین روز سے اطفالِ شاہِ دین ؑ
پانی کے قطرے قطرے کو ترسائے جاتے ہیں

اے آفتاب پھیر لے مُنہ دوسری طرف
زہراؑ کے پھول دھوپ میں کُمہلائے جاتے ہیں

مشک و علم جو لیکے چلا ہے علیؑ کا شیر
سب پہرہ دار گھاٹ کے تھرّائے جاتے ہیں

شبیرؑ کو یہ اُمّتِ جدؐ کا خیال ہے
تلوار روک روک کے سمجھائے جاتے ہیں

حقیقتِ تعزیہ

تعزیہ کیا ہے شبیہِ روضۂ شبیرؑ ہے
ایک شمعِ کشتہ کے فانوس کی تصویر ہے

اے مسلمانو! تمھیں لازم ہے اس کا احترام
جس طرح تصویرِ کعبہ لائقِ توقیر ہے!

جس نے اپنے خون سے سینچا شجرِ اسلام کا
اس پہ دو آنسو بہانا کون سی تقصیر ہے

ہٹ کے کوسوں کربلا سے بہہ رہی ہے علقمہ
اپنے مہمانوں سے ایسی شرم دامن گیر ہے
ذبحِ اسماعیل کی کیوں فکر کرتے ہیں خلیل
کربلا کا واقعہ اس خواب کی تعبیر ہے

مقامِ شبیرؑ

گر سمجھنا ہے مقامِ حضرتِ شبیرؑ کو
چھوڑیئے ہر عالِم و علّامہ کی تحریر کو

دیکھئے اپنی کتابوں میں حدیثِ منیّت
سوچئے پھر شمع کو اور شمع کی تنویر کو ؟

اُمِ سلمہ کے درِ دولت پہ دیجے حاضری
پوچھئے شانِ نزولِ آیۂ تطہیر کو!

منزلِ ابناءِ ناپر کون آتا ہے نظر
آپ خود اپنی اُٹھا کر دیکھئے تقصیر کو

مل سکے فطرس تو اس سے پوچھئے دیکر حلف
حق نے بخشا کس کے صدقے میں تری تقصیر کو

کون یہ پشتِ نبیؐ پر حالت سجدہ میں ہے
طول دیتے ہیں رسولؐ اللہ کیوں تکبیر کو

سامنے اصحاب بھی ہیں انکی اولادیں بھی ہیں
پر یہ کیوں کہتے ہیں سردارِ جناں شبیرؑ کو

کربلا چل کر ذرا حُرّ جبری سے پوچھے
کس نے بدلا ایک لمحہ میں تری تقدیر کو

مل سکے موقع تو چلئے خواجہ جبری کے پاس
کیوں وہ کہتے ہیں بنائے لاالہ شبیرؑ کو!

ہاتفِ غیبی

ہاتفِ غیبی نے یہ آواز دی شبیرؑ کو
عصر کا وقت آگیا اب روک لو شمشیر کو

سجدۂ آخر کی خاطر رُخ کرو سوئے نشیب
سونپ دو یہ قافلہ اب زینبِؑ دلگیر کو

منقبت امام حسین علیہ السلام

نازِ ہر دو جہاں شہؑ کے لشکر میں ہیں

نازِ ہر دو جہاں شہؑ کے لشکر میں ہیں
روحِ کون و مکاں شہؑ کے لشکر میں ہیں
سارے یثرب کی جاں شہؑ کے لشکر میں ہیں
ہاشمی نوجواں شہؑ کے لشکر میں ہیں
کُوندتی بجلیاں شہ کے لشکر میں ہیں
نازِ ہر دو جہاں شہ کے لشکر میں ہیں

تھے جو محضر میں سارے سمٹ آئے ہیں
ناکہ بندی تھی بارے سمٹ آئے ہیں
مُنتشر ماہ پارے سمٹ آئے ہیں
چاند کے گرد تارے سمٹ آئے ہیں
صورتِ کہکشاں شہ کے لشکر میں ہیں
نازِ ہر دو جہاں شہ کے لشکر میں ہیں

خیمہ زن دُور جو تھے قریب آ گئے
کچھ بُلائے ہوئے خوش نصیب آ گئے
کچھ خبر پا کے خود ہی غریب آ گئے
وہ شبیب آ گئے وہ حبیب آ گئے
مثلِ تیر و کماں شہ کے لشکر میں ہیں
نازِ ہر دو جہاں شہ کے لشکر میں ہیں

نام فہرستِ لشکر میں جن جن کے ہیں
وہ سپاہی بہتر فقط گن کے ہیں
مختلف عمر کے مختلف سن کے ہیں
وہ بھی ہیں جو ابھی چند ہی دن کے ہیں
اصغرِ بے زباں شہ کے لشکر میں ہیں
ناز ہر دو جہاں شہ کے لشکر میں ہیں

عزم یہ ہے کہ تلوار کھالیں گے ہم
شاہ سے اس مصیبت کو ٹالیں گے ہم
ناؤ کو اس بھنور سے نکالیں گے ہم
گرتی دیوارِ کعبہ سنبھالیں گے ہم
دین کے پاسباں شہ کے لشکر میں ہیں
ناز ہر دو جہاں شہ کے لشکر میں ہیں

ہے اِرادہ کہ ماریں گے مر جائیں گے
چھوڑ کر ہم نہ شہؑ کو مگر جائیں گے
یہ ہیں لاکھوں تو کیا اِن سے ڈر جائیں گے
اب تو یاں سے فقط اپنے سر جائیں گے
بہرِ تسلیمِ جاں شہؑ کے لشکر میں ہیں
نازِ ہر دو جہاں شہؑ کے لشکر میں ہیں

شامیو ابنِ زہراؑ اکیلا نہیں
ساتھ اِس کے بہتّر ہیں تنہا نہیں
تم نے شاید ابھی ہم کو سمجھا نہیں
خوں کا دریا بہے بھی تو پروا نہیں
تیرتی کشتیاں شہؑ کے لشکر میں ہیں
نازِ ہر دو جہاں شہؑ کے لشکر میں ہیں

کی بہتّر نے مدد بس وقت پر اسلام کی

کی بہتّر نے مدد بس وقت پر اسلام کی
ساری اُمّت یوں تو کہنے کو تھی پر کس کام کی
غنچہ و گُل گلشنِ زہراؑ کے سب کام آ گئے
جاودانی تب بنی جا کر بہار اسلام کی
شاہؑ سے کہتی تھیں زینبؑ ہم کو نانا یاد ہیں
ہو بہو تھی شکل میرے اکبرؑ گُلفام کی

ذبحِ اسماعیل سے مربوط ہے ذبحِ عظیم
بات وہ آغاز کی تھی اور یہ انجام کی
سلسبیل و کوثر و تسنیم اور نہرِ لبن
سب سبیلیں ہیں شہیدِ کربلا کے نام کی!

هزبرِ دشتِ نینوا امیرِ لشکرِ حسینؑ

نهنگِ قلزمِ وغا امیرِ لشکرِ حسینؑ
خدنگِ ترکشِ قضا امیرِ لشکرِ حسینؑ
برنگِ شاهِ لافتیٰ امیرِ لشکرِ حسینؑ
جری، دلیر، باوفا امیرِ لشکرِ حسینؑ
وفا بہ حدِّ معجزہ امیرِ لشکرِ حسینؑ
هزبرِ دشتِ نینوا امیرِ لشکرِ حسینؑ

یہ ذوالفقارِ حیدری یہ شیرِ بیشۂ نجف
یہ تیغ تیزِ ہاشمی نشانِ جُرأتِ سلف
ہر اِک کا مرکزِ نظر کفیلِ تشنگانِ طف
کنارِ نہرِ علقمہ تمام فوج کا ہدف
کسی سے پر نہ رُک سکا امیرِ لشکرِ حُسینؑ
ہزار برِ دشتِ نینوا امیرِ لشکرِ حُسینؑ

بہادرانِ صف شکن میں اِس جری کے تذکرے
دلاورانِ تیغ زن میں اِس جری کے تذکرے
ہر اک وفا کی انجمن میں اس جری کے تذکرے
رسولِ پاکؐ کے چمن میں اس جری کے تذکرے
غرورِ آلِ مصطفیٰؐ امیرِ لشکرِ حُسینؑ
ہزار برِ دشتِ نینوا امیرِ لشکرِ حُسینؑ

حُسینؑ میرِ قافلہ یہ قافلے کا پاسباں
کبھی قریبِ راحلہ کبھی قریبِ ساربان
کبھی بڑھا کے اَسپ کو وہاں جہاں عماریاں
کبھی سلام کے لئے حضورِ شاہِ انس و جاں
ہر ایک سُو ہر ایک جا امیرِ لشکرِ حُسینؑ
ہز برِ دشتِ نینوا امیرِ لشکرِ حُسینؑ

حُسینؑ کا اَخی بھی ہے حُسینؑ کا غلام بھی
حُسینؑ کی سپر بھی ہے تبر بھی ہے حُسام بھی
حُسینؑ کی زرہ بھی ہے کماں بھی ہے سہام بھی
حُسینؑ حکم دیں اگر تو شمر سے کلام بھی
وگرنہ وہ کُجا کُجا امیرِ لشکرِ حُسینؑ
ہز برِ دشتِ نینوا امیرِ لشکرِ حُسینؑ

صفیں دُرست کر چکی ہے فوجِ شاہِ مشرقین
یَسار میں جیب ہیں یمین میں زُہیر قین
عَلم بہ دوش قلب میں ہے یہ علیؑ کا نورِ عین
کبھی نظر ہے فوج پر کبھی نظر سوئے حُسینؑ
کہ منتظر ہے اذن کا امیرِ لشکرِ حُسینؑ
ہزبرِ دشتِ نینوا امیرِ لشکرِ حُسینؑ

حُسینؑ اِذن دیں اگر ابھی یہ سب کو دیکھ لے
ابھی عراق و شام کو ابھی حلب کو دیکھ لے
ابھی ابھی یہ کوفیان بے ادب کو دیکھ لے
مقابلہ جو آپڑے تو کُل عرب کو دیکھ لے
مثالِ شاہِ لافتیٰ امیرِ لشکرِ حُسینؑ
ہزبرِ دشتِ نینوا امیرِ لشکرِ حُسینؑ

بطرزِ خاص شیرِ حق بہ شکلِ شحنۂ نجف
بہ رُعب و داب ہاشمی بہ طورِ عہدِ ماسلف
بہ شدّ و مد بہ کرّ و فر علم بہ دوش سر بہ کف
اُلٹ کے آستین کو جدھر بڑھے اُلٹ دے صف
پسرِ خدا کے شیر کا امیرِ لشکرِ حُسینؑ
ہزبرِ دشتِ نینوا امیرِ لشکرِ حُسینؑ

جو مرضیٔ حُسینؑ ہو تو فوجِ شام ہیچ ہے
یہ دشمنوں کا اجتماع یہ اژدھام ہیچ ہے
فرات پر یہ بندشیں یہ انتظام ہیچ ہے
علیؑ کے گھر سے بدر کا یہ انتقام ہیچ ہے
دکھادے زُورِ لافتیٰ امیرِ لشکرِ حُسینؑ
ہزبرِ دشتِ نینوا امیرِ لشکرِ حُسینؑ

اشارۂ امامؑ ہو تو فتح میں دھرا ہے کیا
شعاعِ مہر کے لئے یہ شام کی گھٹا ہے کیا
فرات تک نہ جانے دے کسی میں حوصلہ ہے کیا
علیؑ کے شیر کے لئے یہ جنگِ کربلا ہے کیا
اُلٹ دے تختِ شام کا امیرِ لشکرِ حسینؑ
ہزار برِ دشتِ نینوا امیرِ لشکرِ حسینؑ

یزیدِ بد نہاد سے سکونِ ذات چھین لے
محافظینِ نہر سے حقِ حیات چھین لے
جو مرضئ امام ہو ابھی فرات چھین لے
فرات کیا ہے یہ وہ ہے کہ کائنات چھین لے
بڑا بلند حوصلہ امیرِ لشکرِ حسینؑ
ہزار برِ دشتِ نینوا امیرِ لشکرِ حسینؑ

مگر یہاں تو حکم ہے کہ بس علیؑ کے شیر بس
حُسینؑ اپنی زندگی سے ہو چکا ہے سیر بس
قریب وقتِ عصر ہے بس اب مرے دلیر بس
ہمارے کوچ میں کہیں مزید ہو نہ دیر بس
کرے گا تا بہ کے وَغا امیرِ لشکرِ حُسینؑ
ہزیرِ دشتِ نینوا امیرِ لشکرِ حُسینؑ

بنی ہاشم کا چاند

اے بنی ہاشم کے چاندا اے پسرِ بوتراب ؑ

سارے دلیروں میں تو تاروں میں جیسے شہاب

جیسے شگوفوں میں پھول پھولوں میں جیسے گلاب

جنگ میں جعفر کبھی اور کبھی بوتراب ؑ

یعنی کبھی ماہتاب اور کبھی آفتاب

اے بنی ہاشم کے چاندا اے پسرِ بوتراب ؑ

اے بنی ہاشم کی تیغ آلِ محمدؐ کی ڈھال
پیکرِ حق کی زرہ غیرتِ حق کا کمال
دیں کی کڑکتی کماں پُرکشش و پُرجلال
ترکشِ ایماں کے تیر، تیر بھی وہ بے مثال!
جیسے فلک پر شہاب جیسے فضا میں عُقاب
اے بنی ہاشم کے چاند اے پسرِ بوترابؑ

مرضئ معصوم پر نفس کو ڈالے ہوئے
کرب و بلا کا نظام سارا سنبھالے ہوئے
ساتھ کچھ اصحاب کچھ گود کے پالے ہوئے
جسکے مناسب جو کام اُسکے حوالے ہوئے
لیکے بڑھا اس طرح قافلۂ انقلاب
اے بنی ہاشم کے چاند اے پسرِ بوترابؑ

قلزمِ حیدرؑ کے سب لعل بھی گوہر بھی ساتھ
مسلم و جعفر کے سب سرو صنوبر بھی ساتھ
ہاشمی غنچے بھی ساتھ اور گُلِ تر بھی ساتھ!
عونؑ و محمدؑ بھی ساتھ قاسمؑ و اکبرؑ بھی ساتھ
تو نے پڑھائے جنھیں سارے شجاعت کے باب
اے بنی ہاشم کے چاند اے پسرِ بوترابؑ

غنچوں نے اِس پھول سے گلبدنی سیکھ لی!
تاروں نے اس چاند سے ضوفگنی سیکھ لی!
تیشوں نے فرہاد سے کوہکنی سیکھ لی!
نیمچوں نے تیغ سے تیغ زنی سیکھ لی!
تب کہیں جا کر ہوئی کرب و بلا کامیاب
اے بنی ہاشم کے چاند اے پسرِ بوترابؑ

فکر ہے شبیرؑ پر آنچ نہ آئے کوئی
فاطمہؑ زہرا کا لال دُکھ نہ اُٹھائے کوئی
پھر فلکِ کجمدار رنگ نہ لائے کوئی
شمعِ امامت کہیں پھر نہ بجھائے کوئی
فکر اِسی فکر میں طفلی و عہدِ شباب
اے بنی ہاشم کے چاند اے پسرِ بوترابؑ

ثانیٔ زہرا کے پاس یا کبھی بھائی کے پاس
بہر کُمک یا کسی حق کے فدائی کے پاس
بہر تسلّی کبھی شاہ کی جائی کے پاس
شیر کو نیند آگئی جا کے ترائی کے پاس
شام سے پہلے ہی آہ ڈوب گیا آفتاب
اے بنی ہاشم کے چاند اے پسرِ بوترابؑ

شانِ علمدار

سقائے حرم نارشِ تاریخِ اُمم ہے!
جرأت میں جلالت میں شجاعت میں اُتم ہے
ہمّت ہمہ تن رُعب ز سر تا بہ قدم ہے
کیا ذکرِ شجاعانِ عرب اور عجم ہے
ایسا تو جَری خود بنی ہاشم میں بھی کم ہے
کیا شانِ علمدارؑ ہے کیا شانِ علم ہے

اس گُل میں بسی سارے گلستاں کی ہے خوشبو
حمزہ سا جگر جعفرِ طیّار سے بازو
حیدرؑ سے خَدوخال نہیں فرق سرِ مُو
ہمّت وہی جرأت وہی چتوَن وہی ابرو
ہاں ہاں یہ اُسی ساخت کی شمشیرِ دو دَم ہے
کیا شانِ علمدارؑ ہے کیا شانِ علم ہے

جو شاں پدر کی ہے وہی شان یہاں ہے
بس فرق فقط یہ ہے کہ یہ تشنہ دہاں ہے
کاندھے پہ علم ہاتھ میں مرکب کی عناں ہے
مرکب جو دواں ہے تو علم سروِ رواں ہے
راکب کے اشارے پہ فرس تیز قدم ہے
کیا شانِ علمدارؑ ہے کیا شانِ علم ہے!

یہ وارثِ اَوصافِ بزرگانِ سلف ہے
ماہِ بنی ہاشم دُرِ دریائے نجف ہے
حیدرؑ سے جری باپ کا یہ شیر خلف ہے
یہ چاند وہ مطلع یہ گُہر ہے وہ صدف ہے
یہ شمع کی گر لَو ہے تو وہ شمعِ حرم ہے
کیا شانِ علمدار ہے کیا شانِ علم ہے

شیرانِ وغا فوج کے سارے ہوئے رخصت
چڑھتے ہوئے طوفان کے دھارے ہوئے رخصت
کشتیٔ شہادت کے سہارے ہوئے رخصت
اب چاند اکیلا ہے ستارے ہوئے رخصت
گر یہ بھی جدا ہو تو کمر شاہ کی خم ہے!
کیا شانِ علمدار ہے کیا شانِ علم ہے

ہے کوئی جو یوں چھوٹے سے لشکر کو لڑا لے
کانٹوں سے شگوفوں کو گلِ تر کو لڑا لے
جب وقت پڑے سنگ سے گوہر کو لڑا لے
نولاکھ سے صرف اپنے بہتّر کو لڑا لے

لاریب کہ یہ صرف اسی شیر کا دَم ہے!
کیا شانِ علمدار ہے کیا شان علم ہے!

ہے کوئی بہادر کہ جو یوں موت سے کھیلے
لاکھوں سے لڑے چھین لے دریا کو اکیلے
پانی نہ پیئے مشک بھرے پیاس کو جھیلے
ہاں قبضہ دکھانے کے لئے چلّو میں لے لے

اور مان لے دُنیا کہ یہ سقائے حرم ہے!
کیا شانِ علمدار ہے کیا شانِ علم ہے!

جا کر کوئی کہہ دے پسرِ سعد جہاں ہے
سُن لے کہ یہ سب ہیچ تری فوج گراں ہے
یہ تیغ شرر بار کے کھنچتے ہی دھواں ہے
ہو جائے ابھی فیصلہ پر اذن کہاں ہے
مرضی تو یہاں مرضیٔ معصوم میں ضم ہے
کیا شانِ علمدارؑ ہے کیا شانِ علم ہے

منقبت شہید رسول شہزادہ علی اکبرؑ

تَقَدَّمُ وَلَدِی

کربلا ہو چکی تیار تَقَدَّمُ وَلَدِی
سج چکا موت کا بازار تَقَدَّمُ وَلَدِی
ہوئی عاشور نمودار تَقَدَّمُ وَلَدِی
چار جانب سے ہے یلغار تَقَدَّمُ وَلَدِی
بڑھے آتے ہیں جفا کار تَقَدَّمُ وَلَدِی
کربلا ہو چکی تیار تَقَدَّمُ وَلَدِی

لو وہ دیکھو صفِ دشمن سے کماندار بڑھے
دمبدم کرتے ہوئے تیروں کی بوچھار بڑھے
تیغیں تولے ہوئے پیدل بڑھے اسوار بڑھے
سینہ تانے ہوئے اس سمت سے انصار بڑھے
اُن پہ آنچ آئے نہ زنہار تقدّم وَلَدی
کربلا ہو چکی تیار تقدّم وَلَدی

وقت یہ وہ ہے کہ تلوار اٹھالیں ہم لوگ
دینِ حق کو کسی صورت سے بچالیں ہم لوگ
کیوں کسی اور پہ اس بار کو ڈالیں ہم لوگ
کیوں نہ یہ معرکہ خود آپ سنبھالیں ہم لوگ
کھینچ کر نیام سے تلوار تقدّم وَلَدی
کربلا ہو چکی تیار تقدّم وَلَدی

لشکرِ شام کو بڑھنے کی اجازت کیوں دیں!
روک دیں دُور قریب آنیکی مہلت کیوں دیں!
رَن میں صف بستہ ہوں اتنی انہیں مہلت کیوں دیں
اور اسکے لئے اصحاب کو زحمت کیوں دیں

یہ مناسب نہیں زنہار تقدّم وَلَدی
کربلا ہو چلی تیار تقدّم وَلَدی

اے مرے لختِ جگر اے مرے پیارے فرزند
یہ ہیں نو لاکھ تو کیا عزم تو ہے اپنا بلند
آگے آگے صفِ اوّل کے رہے اپنا سمند
میرے اصحاب کو پہونچے نہ کہیں کوئی گزند

تیر آتے ہیں لگاتار تقدّم وَلَدی!
کربلا ہو چلی تیار تقدّم وَلَدی

بھائی عبّاسؑ سنبھالے رہیں لشکر کا نظام
قاسمؑ و عونؑ و محمدؑ رہیں نزدیکِ خیام
تاکہ اس سمت کا رُخ کر نہ سکے لشکرِ شام
اور تم بہرِ وغا آگے بڑھو لے کے حُسام
تیرا اللہ مددگار تقدّم وَلَدی
کربلا ہو چکی تیار تقدّم وَلَدی

دین نانا کا مِٹے اور نواسا سہہ لے
یہ نہ ہوگا کبھی ہم سے کوئی کچھ بھی کہہ لے
خون بہتا ہے تو ہم لوگوں کا اسپر بہہ لے
بھیجتا جنگ پہ عابدؑ کو میں تم سے پہلے
مگر عابدؑ تو ہیں بیمار تقدّم وَلَدی
کربلا ہو چکی تیار تقدم وَلَدی

مجھ سے یہ چاہتے ہیں بدر و اُحد کا بدلہ
میرے اسلاف کی ہر جد و جہد کا بدلہ
دینِ اسلام کی نصرت کا مدد کا بدلہ
باپ سے تیرے یہ لیں گے ترے جد کا بدلہ
ہم ہیں اس کے لئے تیار تقدّم وَلَدی
کربلا ہو چکی تیار تقدّم وَلَدی

ہم کو تاریخ بدل دینی ہے دشت و در کی
پڑے آئندہ نظر جس پہ زمانے بھر کی
گر ضرورت ہو تو بازی بھی لگا دو سر کی
آخری جنگ سمجھ لو اسے اپنے گھر کی!
جانے پھر کب کھنچے تلوار تقدّم وَلَدی
کربلا ہو چکی تیار تقدّم وَلَدی

کہیں ایسا نہ ہو اصحاب نہ جانے دیں تمہیں
جوڑ کر ہاتھ نہ تلوار اٹھانے دیں تمھیں
پاؤں تھامیں قدم آگے نہ بڑھانے دیں تمھیں
روک لیں برچھیاں میداں میں نہ کھانے دیں تمھیں
ہیں یہ حد درجہ وفادار تقدّم وَلَدی
کربلا ہو چکی تیار تقدّم وَلَدی

کہیں ایسا نہ ہو عبّاس علیؑ بطلِ جلیل
اس طرح دیکھ کے بربادیٔ گلزارِ خلیل
تم سے پہلے ہی نہ کر جائیں وغا میں تعجیل
کرکے قاسمؑ کے حوالے عَلَمِ فوجِ قلیل
خود بڑھیں تول کے تلوار تقدم وَلَدی
کربلا ہو چکی تیار تقدّم وَلَدی

اُمِ لیلیٰ درِ خیمہ سے کہیں دیکھ نہ لے
رُخ تمھارا ہے سوئے لشکرِ کیں دیکھ نہ لے
اَبر میں جاتے ہوئے ماہِ مبیں دیکھ نہ لے
شیر کو نیزوں کے جنگل کے قریں دیکھ نہ لے
پھر تو جانا بھی ہو دشوار تقدم وَلَدی!
کربلا ہو چکی تیار تقدم ولدی

کہیں ایسا نہ ہو زینبؑ کو خبر ہو جائے
اور طلب عونؑ و محمدؑ کی ادھر ہو جائے
تاروں کو اذنِ سفر قبل قمر ہو جائے
میری ترتیب ہی سب زیر و زبر ہو جائے
ہو سکے ہم سے نہ انکار تقدم وَلَدی!
کربلا ہو چکی تیار تقدم وَلَدی

اس جواں کی مگر بات ہی اور ہے

ہاشمی قہرماں شہ کے لشکر میں ہیں
تیغ زنِ جاں ستاں شہ کے لشکر میں ہیں
سارے اَبرو کماں شہ کے لشکر میں ہیں
اکبرِ نوجوان شہ کے لشکر میں ہیں
اس جواں کی مگر بات ہی اور ہے

اِن میں حیدرؑ کے سروِ سہی قد بھی ہیں
باغِ مسلم کے سیب و بہی خد بھی ہیں
معدنِ حق کے لعل و زبرجد بھی ہیں
اِن میں قاسمؑ بھی عونؑ و محمدؑ بھی ہیں
اِس جواں کی مگر بات ہی اور ہے

کس نے شہؑ سے بلاؤں کو ٹالا نہیں
خود کو دشمن کی فوجوں میں ڈالا نہیں
کون ہے جو کہ گھر کا اُجالا نہیں
کون ہے جسکو زینبؑ نے پالا نہیں
اس جواں کی مگر بات ہی اور ہے

کون ہے جان کو جس نے وارا نہیں
کون ہے جو کہ آنکھوں کا تارا نہیں
کون ہے، جو شہؑ دیں کو پیارا نہیں
کس نے گھوڑے سے گر کر پکارا نہیں
اس جواں کی مگر بات ہی اور ہے

کھا کے تیغیں گرے رن میں کیا کیا حسیں
لاش پر جن کی تنہا گئے شاہ دیں
کانپ اُٹھا فلک اور لرزی زمیں
بیبیاں پھر بھی پردے سے نکلیں نہیں
اس جواں کی مگر بات ہی اور ہے

کس نے زخمِ سناں دل پہ کھایا نہیں
کس نے سینے کو چھلنی بنایا نہیں
کس کے لاشے کو شہؑ نے اُٹھایا نہیں
ہاتھ لیکن بہن نے بٹایا نہیں
اس جواں کی مگر بات ہی اور ہے

اُن میں ہر ایک ایسا تھا شیریں زباں
جس کے لہجے پہ داؤد بھی دیدیں جاں
اُن میں جس کو بھی کہتے شہ انس و جاں
صبحِ عاشور وہ بڑھ کے دیتا اذاں!
اس جواں کی مگر بات ہی اور ہے

منقبت شہزادہ علی اصغرؑ

فرصت ہو آپ کو تو ذرا کربلا چلیں

فرصت ہو آپ کو تو ذرا کربلا چلیں
بغداد کو سلام کہیں نینوا چلیں
تبدیل کر لیں تھوڑی سی آب و ہوا چلیں
چُومے گی پاؤں آپ کے خاک شفا چلیں
کب تک رہے گی دجلے میں کشتی حیات کی
کچھ دیر سیر کیجئے شطِّ فرات کی

ماحول اِک ذرا سا بدل کر تو دیکھئے
اپنے معاشرے سے نکل کر تو دیکھئے
دو۲ گام میرے ساتھ بھی چل کر تو دیکھئے
ایمن کی وادیاں ہیں ٹہل کر تو دیکھئے
وہ دیکھئے وہی ہے جگہ خیمہ گاہ کی!
بنیاد پڑ رہی ہے جہاں لاالہ کی

یہ آپ کے نبیؐ کا نواسہ ہے آئیے
تھوڑی سی اس سے بھی تو محبّت دکھائیے
ماضی کو بھول کر قدم آگے بڑھائیے
زہراؑ کے اس چراغ سے لَو تو لگائیے
روشن اسی سے عرش کے سب گوشوارے ہیں
اِس چاند کے جلو میں بہتر ستارے ہیں

اصغرؑ کا بھی شمار بہتر میں ایک ہے
ہمراہیانِ سبطِ پیمبرؐ میں ایک ہے
کہتی ہے کمسنی کہ یہ گھر بھر میں ایک ہے
سب غازیوں میں فرد ہے لشکر میں ایک ہے

یاں حاجتِ دلیل و گواہی نہیں کوئی
اس عُمر کا جہاں میں سپاہی نہیں کوئی

ننھی سی جان نازشِ نسلِ ابی تراب
اس کے جہاد کا نہیں آفاق میں جواب
لاکھوں کا سامنا پہ نہیں کوئی اضطراب
تاریخِ کربلا میں الگ اس کا ایک باب

اس پر تمام سلسلۂ دار و گیر ہے!
یہ آخری حسینؑ کے ترکش کا تیر ہے!

کربِ وبلا کا گرچہ تقاضہ ہے دمبدم
لیکن امامؑ کیسے بڑھائیں ابھی قدم
محضر میں پورے نام بہتّر کے ہیں رقم
موجود سب ہیں ایک مجاہد مگر ہے کم
گر یہ نہیں تو جنگ کا حاصل نہیں کوئی
پھر حُرملہ کا مدِّ مقابل نہیں کوئی

تھا اس لئے اِس اپنے گُلُ تر کا انتظار
اصحاب کا نہ فوج نہ لشکر کا انتظار
عبّاسؑ کا نہ قاسمؑ و اکبرؑ کا انتظار
سن ساٹھ تک فقط علی اصغرؑ کا انتظار
جب تک نہ پایا اس کو شہِ مشرقین نے
چھیڑا نہ کوئی کارِ شہادت حُسینؑ نے

تھے جب تلک یہ عالم انوار میں نہاں
دیتا تھا دستِ قُدرت حق انکو لُوریاں
اکثر ستارے توڑ کے دیتی تھی کہکشاں
ضد کی تو پہروں لیکے ٹہلتا تھا آسمان
مچلے تو پھر نہ مانے ہزاروں سے پوچھ لو
راتوں کی نیند اُڑ گئی تاروں سے پوچھ لو

جُھرمٹ میں چاند اور ستاروں کے یہ پلے
اک کہکشاں سی بن گئی جب گھٹنیوں چلے
نامِ خدا کچھ اور بڑھے جب کہ حَوصلے
کُرسی پہ جا کے بیٹھ گئے عرش کے تلے
چہرے کا نور عرش کا اک تارا بن گیا
قوسین جس کے واسطے گہوارا بن گیا

تحریر تھا جو عرش کے ملتھے پہ لاالٰہ
پڑھتا تھا کلمہ جسکی بھی پڑجاتی تھی نگاہ !
اصغرؔ بھی تھے جو واقفِ آداب و رسم و راہ
حیران تھے فرشتے کہ اللہ کی پناہ

اس بے زبانی پر یہ سمجھ گلبدن میں ہے
کلمے کے بدلے کلمے کی اُنگلی دہن میں ہے

یہ وہ ادا تھی دیکھ کے قدرت پھڑک اُٹھی
کروبیوں کی بزمِ عبادت پھڑک اُٹھی
کُرسی بھی عرشِ پاک کی صورت پھڑک اُٹھی
طُوبیٰ کو وجد آگیا جنّت پھڑک اُٹھی

نہرِ لبن کو حُکم ہوا کردگار کا !
میری طرف سے چُوم لے منہ شیر خوار کا !

پیدا ہوئے تو ماں نے گلے سے لگا لیا
زانو پہ گاہ شاہِ زمن نے بٹھا لیا
اکبرؑ نے گاہ گود میں اپنی اُٹھا لیا
جاں وارنے لگی جو سکینہ نے پا لیا
جھولا کشی جو فرض تھا روح الامین پر
اصغرؑ کا پاؤں کا ہے کو پڑتا زمین پر

جھولے میں ہے صغیر انگوٹھی پہ ہے نگیں
یا دل ہے اور حلقۂ گیسوئے حورِ عیں
بحرین کے بھنور میں ہے یا اِک دُرِ ثمیں
گہوارے میں بندھی ہوئی یہ ڈوریاں نہیں
اِک موج مُتّصل بہ حباب اس کو جانئے
تارِ نگاہِ چشمِ ربابِ اس کو جانئے

جنبش ہے مہد کو علیؑ اصغر ہیں خواب میں
یا برق جھولا جھول رہی ہے سحاب میں
یادِ خدا ہے یا دلِ پُر اضطراب میں
یا جان پڑ گئی جسدِ انقلاب میں
ایسا نہ کوئی طفل نہ گہوارہ ہے کوئی
پارے پہ جیسے آگ کا انگارا ہے کوئی

سو بار صدقے جاتی ہے حسرت نصیب ماں
نازک ترین جھولا تو نازک سی ڈوریاں
وابستہ جیسے چاند سے ہو جائے کہکشاں
جبریل کھینچتے ہیں تو ہوتا ہے یہ گمان
اک شاخِ گل ہے بلبلِ سدرا کے ہاتھ میں
خورشید کی طناب ہے عیسیٰ کے ہاتھ میں!

پیاسا ہے تین روز سے یثرب کا کارواں!
اللہ رے تشنگی کہ بنی ہر نفس دھواں

وہ وقت ہے کہ بالی سکینہؑ بصد فغاں
عبّاسؑ کو دکھاتی ہے سُوکھی ہوئی زباں!

قرباں مگر صغیر کی اس آن بان پر!
اِک لفظ العطش بھی نہ آیا زبان پر

ہیں کشمکش میں بادشہ آسماں جناب
اصغرؑ تڑپ رہے ہیں کہ رن کو چلیں شتاب

اور دل یہ سوچ سوچ کے کھاتا ہے پیچ و تاب
جھولا ہوا جو خالی تو مَر جائے گی رباب

آخر بڑھائے ہاتھ اسی غور و خوض میں
طوبیٰ کی شاخیں جُھک گئیں کوثر کے حوض میں

جھولے سے الغرض جو اُٹھایا جناب نے
تارے کو گود میں جو لیا آفتاب نے
دامن میں برق کو جو چھپایا سحاب نے
بڑھ کر بلائیں چہرے کی لے لیں رباب نے

اُمڈا جو دل تو پیار کے چشمے اُبل پڑے
بولی نہ منہ سے کچھ مگر آنسو نکل پڑے

لیکن بڑا غیور تھا یہ طفل شیر خوار!
ہمراہ باپ کے جو چلا سوئے کارزار!
دریا بھی گو قریب تھا نزدیک تھی کچھار
اللہ رے ضبط نہر پہ جانا تو درکنار

بے بس سمجھ کے بادشۂ کائنات کو
ہُمکا نہ دیکھ کر کبھی نہر فرات کو

مثلِ کمند گیسوئے پیچاں لئے ہوئے
خنجر سے تیز دشنۂ مژگاں لئے ہوئے
معصوم سی نگاہ کا پیکاں لئے ہوئے
فطرت سے سب یہ جنگ کے ساماں لئے ہوئے
نولاکھ کے مقابلے کو جا رہا ہے آج
دُرِّ نجف پہاڑ سے ٹکرا رہا ہے آج

اس شان سے جو دشت میں پہونچا وہ مہ لقا
روحِ علیؑ پکار کے بولی کہ مرحبا
میں نے تو صرف ایک ہی اژدر کو دو کیا
نولاکھ اژدھوں سے ہے تیرا مقابلہ
گہوارے میں پلے ہوئے حیدر مآب ہو
ہے بات جب کہ کلّہ بہ کلّہ جواب ہو

صِفّین ہو کہ خندق و خیبر کا معرکہ
پہنے ہوئے قمیض میں اکثر چلا گیا
یعنی زرہ تھا غیر ضروری سا اسلحہ
پر ایک تیغ ہاتھ میں ہوتی تھی برملا
لیکن تری شجاعت و جرأت کی حد نہیں
کیسی زرہ کہ تیغ بھی بہرِ مدد نہیں
میدان میں جو آمدِ اصغرؑ کا غُل ہوا
ہر ذرہ اہتمام میں مصروف ہو گیا
اُٹھ کر غبارِ دشت نے خیمے کئے بپا
مثلِ ستُوں بگولے تھے اِستادہ جا بہ جا
پہلے ہی سے تھی جائے شہادت سجی ہوئی
کوسُوں تلک تھی دھوپ کی چادر بچھی ہوئی

نصرت طلب ہوئے جو شہنشاہِ ارجمند
کھلنے لگے فلک کے دریچے تھے جتنے بند
اُترے مَلک شعاعوں کی پکڑے ہوئے کمند
لَبیک یا حسینؑ کے نعرے ہوئے بلند
شبّیرؑ بازوؤں پہ لئے تھے صغیر کو!
جیسے کوئی کماں پہ چڑھائے ہو تیر کو!

منقبت حضرت علی بن الحسین امام زین العابدینؑ

یہ وہی ہے لقب جسکا سجادؑ ہے

گھر کا گھر راہِ مولا میں برباد ہے!
پھر بھی لب پر نہ شکوہ نہ فریاد ہے!
بلکہ جب بھی کوئی تازہ اُفتاد ہے!
سجدۂ شکرُ اللہ کی یاد ہے!
کس میں یہ حوصلہ قابلِ داد ہے!
یہ وہی ہے لقب جس کا سجّادؑ ہے!

پابہ زنجیر کونین کی رُوح ـــــ ہے!
ساقِ عرشِ بریں سخت مُجروح ہے!
یعنی گرداب میں کشتیٔ نُوح ـــــ ہے!
یہ فرزدق سے شاعر کا مُمدوح ہے!
اور اُس کے قصیدے کی بنیاد ـــــ ہے!
یہ وہی ہے لقب جس کا سجّادؑ ہے!

وہ فرزدق جو اعلانِ حق کر گیا
اہلِ حج کے دلوں کو جو شق کر گیا
اور دماغوں کے روشن طبق کر گیا
اور شاہی کے چہرے کو فق کر گیا
ہو گیا قید پر رُوح آزاد ـــــ ہے!
یہ وہی ہے لقب جس کا سجّادؑ ہے!

اے ہشام ایسی بات عامیانہ نہ کر
اس پہ ہرگز نظرِ حاسدانہ نہ کر
تو اسے جانتا ہے بہانہ نہ کر
یوں تجاہل یہاں عارفانہ نہ کر
میں بتاؤں تجھے گر نہیں یاد ہے
یہ وہی ہے لقب جس کا سجّادؑ ہے

جان لے اس سے واقف ہے حِلّ و حرم
جانتے ہیں اسے سب اصولِ کرم
اس سے ہیں آشنا سب عرب اور عجم
باخبر اس سے ہیں جو کہ ہیں محتشم
وارثِ صبرِ آباؤ اجداد ہے!
یہ وہی ہے لقب جس کا سجّادؑ ہے!

یہ منیٰ اور مکّے کا فرزند ہے
یہ صفا اور مروہ کا دلبند ہے
اس کا عرفات خود آرزو مند ہے
دیدبہ اس کا تجھ سے بھی دَہ چند ہے
اور اس میں یہ سب کچھ خدا داد ہے
یہ وہی ہے لقب جس کا سجّادؑ ہے

نورِ چشمِ صفا عینِ زمزم ہے یہ
پارۂ قلبِ حجرِ مُکرّم ہے یہ!
اصلِ ارکانِ حج جانِ موسم ہے یہ!
خنکیٔ چشمِ کعبہ ہے محرم ہے یہ
سُن یہ مولودِ کعبہ کی اولاد ہے
یہ وہی ہے لقب جس کا سجّادؑ ہے!

رُوحِ والشمس ہے جانِ یٰسٓ ہے!
برگِ زیتون ہے شاخ والتین ہے!
غنچۂ باغ طٰہٰ و طٰسٓ ہے!
جس کے یوسف ہیں گُم یہ وہ یامین ہے
اِس کے گھر کے سببِ دین آباد ہے
یہ وہی ہے لقب جس کا سجّادؑ ہے

آدمِ اہلِ بیتِ پیمبرؐ ہے یہ
وعدۂ حق ہے تفسیرِ کوثر ہے یہ
اِک شکستہ سفینہ کا لنگر ہے یہ
جو لُٹا قافلہ اُس کا رہبر ہے یہ
اِک خزاں دیدہ گلشن کا شمشاد ہے
یہ وہی ہے لقب جس کا سجّادؑ ہے

دُکھ بھری شامِ غم کی کہانی بھی ہے
آپڑے وقت تو ساربانی بھی ہے
پائے منبر تو شعلہ بیانی بھی ہے
آگ ہے اپنے موقع پہ پانی بھی ہے
گاہ یہ موم ہے گاہ فولاد ہے
یہ وہی ہے لقب جسکا سجادؑ ہے

طرزِ آہِ رسا اس سے سیکھے کوئی
رسم و راہِ دُعا اس سے سیکھے کوئی
لہجۂ اِلتجا اس سے سیکھے کوئی
آکے یادِ خدا اس سے سیکھے کوئی
اس کا جَد تو ملک کا بھی اُستاد ہے
یہ وہی ہے لقب جس کا سجادؑ ہے

قافلہ خوش ہوا ساربان آگیا

آگیا دین کا پاسباں آگیا
نُورِ حق لے کے اِک ناتواں آگیا
طوق و زنجیر کا قدر دان آگیا
قافلہ خوش ہوا ساربان آگیا

اس کی حاجت تھی اس کارواں کیلئے
چاند طالع ہوا کہکشاں کے لئے

غم نہیں ہے جو عرصے سے بیمار ہے
دو قدم گرچہ چلنا بھی دشوار ہے
پاؤں میں آبلے راہ پُر خار ہے
پھر بھی کانٹوں پہ چلنے کو تیار ہے
سب گوارا ہے اسلام کے واسطے!
شمع روشن ہوئی شام کے واسطے!

آگیا ایک صحرا نوردِ ستم
وادیاں اپنے کانٹوں کو کرلیں بہم
راستے اور ہوجائیں پُر پیچ و خم
بیڑیوں کو مناسب ہے چُومیں قدم
ہتھکڑی دست بُوسی کو حاضر رہے
وقت پر کہہ نہ دے ہم تو قاصر رہے

صبر میں اس کے آنے سے شان آگئی
درد میں کرب میں آن بان آگئی
قوّتِ ضبطِ غم بے تکان آگئی
سارے پچھلے مصائب میں جان آگئی
چار جانب سے اُٹھی صدا برملا
کربلا کربلا کربلا کربلا
اس کی آمد پہ دربار سجنے لگے
ظلم کے سارے آثار سجنے لگے
کُوچۂ و کاخ و بازار سجنے لگے
پھُول مُرجھا گئے خار سجنے لگے
اس کے قدموں کی آہٹ جو ملنے لگی
قید خانے کی زنجیر ہلنے لگی!

لب جو منبر پہ موتی اُگلنے لگے!
لوگ ہر لفظ پر ہاتھ ملنے لگے!
ذہن و افکار و آرا بدلنے لگے!
مُوم تو مُوم پتّھر پگھلنے لگے!
مجلسِ ظلم وقفِ فُغاں ہوگئی
یک بہ یک بتکدے میں اذاں ہوگئی

حق یہ ہے ناز پروردۂ حق ہے یہ
ہیں محمدؐ سفینہ تو زورق ہے یہ
عقلِ اوّل ہے مصدر تو مشتق ہے یہ
گو بظاہر مُقید ہے مطلق ہے یہ
پایۂ زنجیرِ کونین کی رُوح ہے!
حلقۂ موج میں کشتیٔ نُوحؑ ہے!

اس سے واقف ہے لطبیٰ کی اِک اِک گلی
گر محمدؐ شجر ہیں تو یہ ہے کلی
اس کا نام و نسب سب پہ ہے منجلی
یہ علیؑ ہے علیؑ ہے علیؑ ہے علیؑ
میں بتاؤں یہ کس کا جگر بند ہے
یہ نبیؐ کے نواسے کا فرزند ہے

ایک ہی اصل ہے ایک ہی نسل ہے
شاخ در شاخ ہے اور بلا فصل ہے
عقل کا سلسلہ عقل ہی عقل ہے
علم ہی علم ہے فضل ہی فضل ہے
نور ہی نور یہ اس کی اولاد ہے!
ہے علیؑ نام مشہور سجاد ہے!

ذرا بڑھ کے دیکھو یہ کون آرہا ہے

ہجوم خلائق بڑھا جارہا ہے
در و بام کا دَم گھُٹا جارہا ہے
ہوا کا تنفس رُکا جارہا ہے
فضاؤں پہ اِک رُعب سا چھارہا ہے
یہ کیوں سارا دربار تھرا رہا ہے
ذرا بڑھ کے دیکھو یہ کون آرہا ہے

ہدایت کی وادی میں لُٹتا لُٹاتا
مصائب کی دُنیا میں پھرتا پھراتا
نقاہت سے ہر گام پر لڑکھڑاتا
سنبھالے ہوئے بیڑیاں ڈگمگاتا
مظالم کے طوفاں سے ٹکرا رہا ہے
ذرا بڑھ کے دیکھو یہ کون آرہا ہے

یہ کس کے ہیں نیزوں پہ سر آگے آگے
جواب بھی ہیں سینہ سپر آگے آگے
ستارے ہیں پیچھے قمر آگے آگے
بہتّر چراغ ہم سفر آگے آگے
سوادِ سرِ شام تھرّا رہا ہے
ذرا بڑھ کے دیکھو یہ کون آرہا ہے

مکمل مصائب کے سانچے میں ڈھل کے
ہدایت کی راہوں میں کانٹوں پہ چل کے
فقط یہ نہیں کہ کیا صبر بلکے!
ذرا صبر کی حد سے آگے نکل کے
امامت کی طاقت کو دکھلا رہا ہے
ذرا بڑھ کے دیکھو یہ کون آ رہا ہے

ستاتے ہیں حد درجہ پاؤں کے چھالے
اور ان میں یہ کانٹے کہ جیسے ہوں بھالے
مگر کیا کرے ان کو کیسے نکالے
یہ کانٹے نکالے کہ لنگر سنبھالے
ادھر طوق سے دَم گھُٹا جا رہا ہے
ذرا بڑھ کے دیکھو یہ کون آ رہا ہے

عرق ریز ماتھا شکن در شکن ہے
لبوں کی خموشی سخن در سخن ہے
کلائی کو دیکھو رسن در رسن ہے
یہ آہوئے مشکیں ختن در ختن ہے
جو خود اپنی خوشبو کو پھیلا رہا ہے
ذرا بڑھ کے دیکھو یہ کون آرہا ہے

یہ اُمّت کے ہاتھوں ستایا گیا ہے
یہ قیدی نہیں ہے بنایا گیا ہے
یہ باغی نہیں ہے بتایا گیا ہے
اسے سوئے دربار لایا گیا ہے
یہ حق ہے کہ باطل سے ٹکرا رہا ہے
ذرا بڑھ کے دیکھو یہ کون آرہا ہے

منقبت حضرت امام حسن عسکری (ع)

اِتمامِ حُجّت

کہاں ہیں بادۂ حُبِّ نبی کے تشنۂ کام آئیں
ذرا جلدی کریں لے لے کے اپنے اپنے جام آئیں
تساہل اب نہ برتیں وقت کم ہے تیز گام آئیں
کم از کم گیارویں ساقی ہی کو کرلیں سلام آئیں

زمانے کی فضاؤں پر اندھیرا چھانے والا ہے
کہ اِن کے بعد فوراً دورِ غیبت آنے والا ہے

نہ آئیں گے تو پچھتانا پڑے گا اب کی باران کو
ابھی تو نشہ ہے پر جب ستائے گا خُماران کو
سوئے آلِ بنی کھینچے گا جس دَم اضطراران کو
نہ جانے کتنے دن کرنا پڑے پھر انتظاران کو

نہ آئیں گے تو پھر صدیوں مئے خالص کو ترسیں گے
یقیں کرلیں یہ بادل کھُل کے پھر برسوں نہ برسیں گے

یہاں آئیں یہاں پر شمعِ نورِ عقل جلتی ہے
تجلّی وادیٔ ایمن کی اس دامن میں پلتی ہے
سُنا ہے نوح کی کشتی یہاں پر اب بھی چلتی ہے
جو طوفانوں سے ٹکّر لیکے ساحل پر ٹہلتی ہے

علومِ انبیائے ماسلف ملتے ہیں لے جائیں
گُل گلزارِ ابراہیمؑ یاں کھلتے ہیں لے جائیں

یہاں پر کوثر و تسنیم و زمزم گھولے جاتے ہیں
دماغ و عقل و دانش کے دریچے کھولے جاتے ہیں
یہاں جو لفظ جو انمول موتی رُولے جاتے ہیں
مشیت کے ترازو میں وہ پہلے تولے جاتے ہیں

یہاں پر انتظامِ وحی و الہام حسبِ سابق ہے
یہاں جو بات جو فقرہ ہے قرآں کے مطابق ہے

اِدھر آئیں اِدھر یہ آخری موقع غنیمت ہے
یہ احمدؐ کا گھرانا ہے یہاں اصل شریعت ہے
حُدودِ عفّت و عصمت میں ہر حرف و حکایت ہے
یہ جو ارشاد فرمائیں وہی قولِ رسالتؐ ہے

روایت ان کی ہوتی ہے فقط اپنے آب و جد سے
کہ ان کا رابطہ اب بھی ہے ارواحِ مجرد سے

رسولؐ اللہ کی تصویر سے تصویر ملتی ہے
وہی نطق و تکلّم ہے وہی تقریر ملتی ہے
کلامِ نرم و نازک میں وہی تاثیر ملتی ہے
وہی ترتیب قرآنی وہی تفسیر ملتی ہے
یہاں آئینِ شرع و دین کی تدوین ہوتی ہے
یہاں کی گفتگو سے روح کو تسکین ہوتی ہے

یہ سب کچھ ہے مگر کثرت نہ مانی ہے نہ مانے گی
یہ دِقّت ہے بڑی اُمّت نہ مانی ہے نہ مانے گی
کرے گی بے سبب حجت نہ مانی ہے نہ مانے گی
کہ اس کی ہے یہی فطرت نہ مانی ہے نہ مانے گی
نہ مانی ہے نہ مانے گی مُسلّم یہ حقیقت ہے
مگر اس نظم کا مقصد فقط اتمامِ حجت ہے

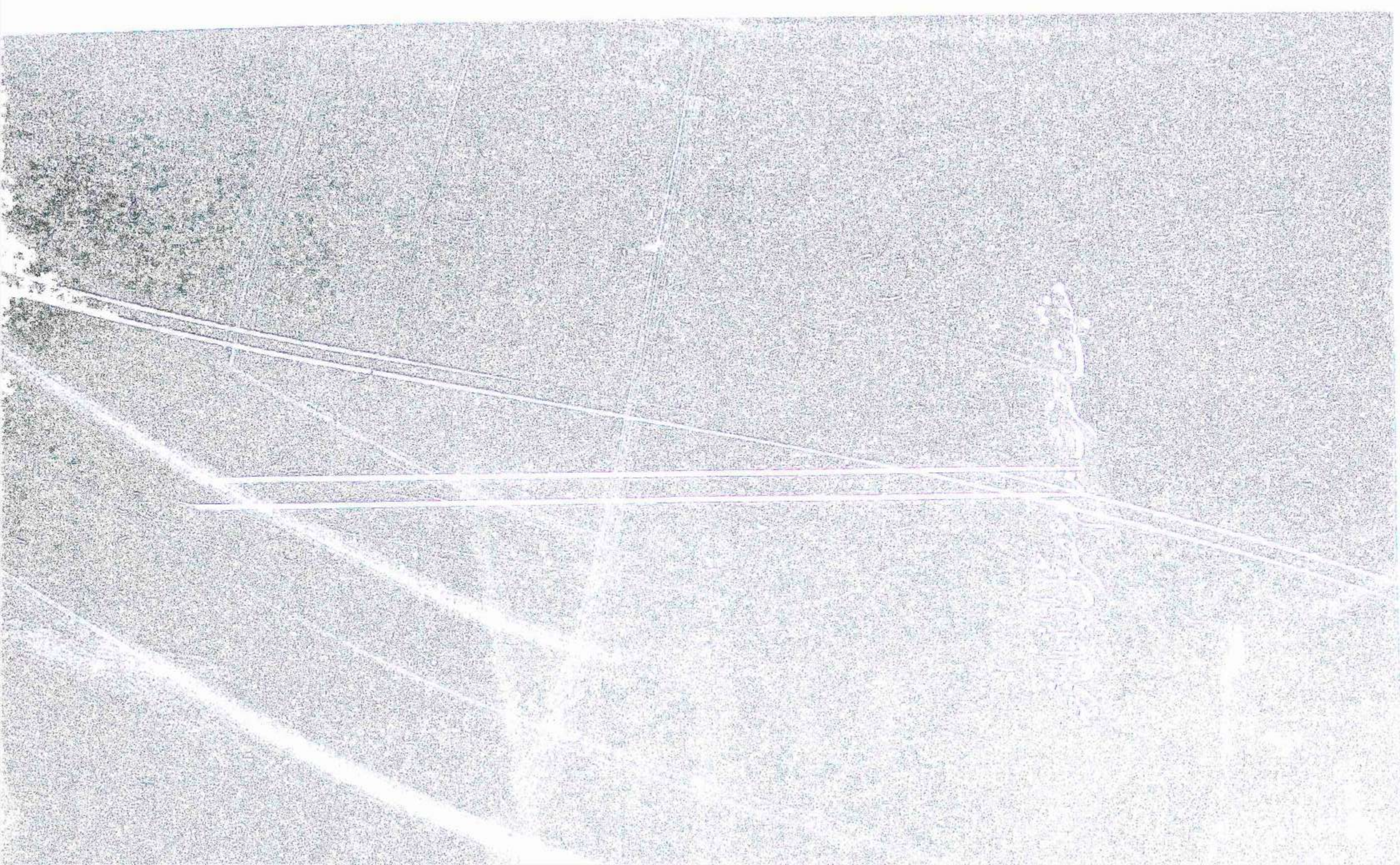

العجل العجل

اے زمیں پر مشیت کے تنہا محل
مَہبطِ جبرئیلِ امسیں آج کل
دین و دُنیا کے سارے مسائل کے حَل
سارے ادیان کی روح جانِ مِلل
اب تو لِلّٰہ پردے سے باہر نکل
العجل العجل العجل العجل

اے امامت کے صبرِ مُسلسل کے پھل
رہبرانِ گزشتہ کے نعم البدل
اے ہدایت کے پوشیدہ چشمے اُبل
امنِ عالم کے دیرینہ ارماں نکل
تیغِ حیدرؑ اُٹھا نظمِ عالم بدل!
العجل العجل العجل العجل

تابہ کے چشمکِ خیر و شر تابہ کے
اختلافاتِ فکر و نظر تابہ کے
انتشاراتِ ذہنِ بشر تابہ کے
مختلف راہ اور راہبر تابہ کے
سارے قطروں کو کر دے سمندر میں حَل
العجل العجل العجل العجل

اُگ رہے ہیں یہاں کی زمینوں میں بُت
دل دماغ اور نظر تین تینوں میں بُت
جس جماعت کے تھے آستینوں میں بُت
آستینوں سے جا پہونچے سینوں میں بُت
آ گئے پھر سے کعبے میں لات و ہُبل
العجل العجل العجل العجل

دین تاریکیوں میں گھِرا اس قدر
سب نے اپنے دئے بھی جلائے مگر
راستہ صاف آتا نہیں ہے نظر
روشنی تیز کر تیز کر تیز کر
ساری شمعیں بُجھا لیکے سورج نکل!
العجل العجل العجل العجل

یوں تو میلاد کے شاخسانے بھی ہیں
اور نعتوں کے پردے میں گانے بھی ہیں
خانقاہیں بھی ہیں آستانے بھی ہیں
اُن میں دنیا کے سب کارخانے بھی ہیں
پر نہیں نام کو ذکرِ خیر العمل
البجل البجل البجل البجل

دین میں نَص کے بدلے قیاس آگیا
فقہ میں ظَن بطورِ اساس آگیا
حق کا باطل پہن کر لباس آگیا
علم رخصت ہوا جہل پاس آگیا
اور اسی جہل پر اب ہے سب کا عمل
البجل البجل البجل البجل

بات جب ہے نہ یہ بد مذاقی رہے
یہ نہ قوموں میں نااتفاقی رہے
سارے میخانے کا ایک ساقی رہے
ایک ہی دین دُنیا میں باقی رہے
حق کا کربول بالا بہ بانگِ دُھل
البجل البجل البجل البجل

دیکھ ہیں انبیا صف بہ صف منتظر
تیری آمد کے تیرے سلف منتظر
کربلا سامرہ اور نجف منتظر
اپنے گوہر کے سارے صدف منتظر
جَد کو آداب کرنے مدینے تو چل
البجل البجل البجل البجل

وہ آرہا ہے کہ

ظہورِ ساقی کے بعد رندوں پہ مے پرستی نہیں چلے گی
یہ اپنے خود ساختہ پیالے یہ تیز دستی نہیں چلے گی
یہ خود کشیدہ اِدھر اُدھر کی شراب سستی نہیں چلے گی
بلند معیار میکدے میں یہ ایسی پستی نہیں چلے گی
یہ دینِ عقل و خرد ہے اس میں جنون و مستی نہیں چلے گی
وہ آرہا ہے کہ جس کے آگے کسی کی ہستی نہیں چلے گی

وہ آرہا ہے کہ جس کے آگے کسی کی حجت نہیں چلے گی
چلے گا بس ایک امرِ مولیٰ یہ اکثریت نہیں چلے گی
ملی ہے ابلیس کو جو مہلت تو اب یہ مہلت نہیں چلے گی
چراغ نے طے یہ کر لیا ہے کہ آگے ظلمت نہیں چلے گی
زمین چمکے گی اور اندھیروں کی چیرہ دستی نہیں چلے گی
وہ آرہا ہے کہ جس کے آگے کسی کی ہستی نہیں چلے گی

غریب مذہب کا نام لے لیکے کام اپنا چلانے والو
غدیرِ خم سے پلٹ کے محفل میں جام اپنا چلانے والو
امام برحق کے بالمقابل امام اپنا چلانے والو
بساطِ مذہب سے شہ ہٹا کر غلام اپنا چلانے والو
خدا پرستی کی آڑ لے کر صنم پرستی نہیں چلے گی
وہ آرہا ہے کہ جسکے آگے کسی کی ہستی نہیں چلے گی

وہ آرہا ہے کہ جس پہ خالق نے اپنی حجت تمام کر دی
خلیل سے سلسلہ چلا کر یہاں امامت تمام کر دی
غدیرِ خُم سے شروع جو کی تھی وہ آج نعمت تمام کر دی
یہاں پہونچکر تو دستِ قدرت نے پوری قوّت تمام کر دی
کہ اب چلے گی خدا پرستی صنم پرستی نہیں چلے گی!
وہ آرہا ہے کہ جس کے آگے کسی ہستی نہیں چلے گی!

وہ آرہا ہے کہ جس کے آگے نہ کوئی سلطاں نہ میر کوئی
نہ کوئی گیسو دراز صوفی نہ دام بر دوش پیر کوئی
نہ کوئی یزداں فروش مُلّا نہ اہرمن کا سفیر کوئی
نہ کوئی مفتی نہ کوئی فتویٰ نہ کوئی ترکش نہ تیر کوئی
کسی کا ساغر کسی کی مینا کسی کی مستی نہیں چلے گی!
وہ آرہا ہے کہ جسکے آگے کسی کی ہستی نہیں چلے گی!

نظامِ اسلام کے بہانے نظامِ ثانی چلانے والو

شرابِ خالص کے بدلے محفل میں صرف پانی چلانے والو

کلامِ حق کے مقابلہ میں فقط کہانی چلانے والو

مقابلِ طور اپنی خالی یہ سُرمہ دانی چلانے والو

عصائے موسیٰ کے آگے ناگن تمھاری ڈستی نہیں چلے گی

وہ آرہا ہے کہ جسکے آگے کسی کی ہستی نہیں چلے گی

کچھ رات گئی کچھ باقی ہے

کیوں بحث ہے طول غیبت پر کچھ رات گئی کچھ باقی ہے
منجدھار میں ہے تاریخ بشر کچھ رات گئی کچھ باقی ہے

تہذیب ہے در اثنائے سفر کچھ رات گئی کچھ باقی ہے
ہے کاکُلِ شب اب تا بہ کمر کچھ رات گئی کچھ باقی ہے

بر ریزِ افق کا ہے ساغر کچھ رات گئی کچھ باقی ہے
آتے ہیں نظر آثارِ سحر کچھ رات گئی کچھ باقی ہے

کچھ چرخ کے تارے باقی ہیں کچھ چرخ کے تارے ڈوب گئے
کچھ آس لگائے بیٹھے ہیں کچھ یاس کے مارے ڈوب گئے
ہمّت جو نہ ہارے جیتے ہیں ہمّت کو جو ہارے ڈوب گئے
تقدیر میں جن کے تھے جتنے لمحات گذارے ڈوب گئے
کچھ تھک کے رہے کچھ گرم سفر کچھ رات گئی کچھ باقی ہے
آتے ہیں نظر آثارِ سحر کچھ رات گئی کچھ باقی ہے

کچھ بزم سے رخصت ہو کے گئے کچھ بزم سجائے بیٹھے ہیں
کچھ شمعیں بُجھا کر سوتے ہیں کچھ شمعیں جلائے بیٹھے ہیں
کچھ عشق میں جل کر خاک ہوئے کچھ آگ لگائے بیٹھے ہیں
کچھ دید کی حسرت لیکے گئے کچھ آنکھیں بچھائے بیٹھے ہیں
آمد کی ہے اُنکے گرم خبر کچھ رات گئی کچھ باقی ہے
آتے ہیں نظر آثارِ سحر کچھ رات گئی کچھ باقی ہے

اُلجھی ہے جو زلف کون و مکاں کوئی تو اُسے سُلجھائے گا
ڈوبی ہے جو نبض امن و اماں کوئی تو کرم فرمائے گا
برہم ہے جو نظم و ضبط جہاں کوئی تو اُدھر سے آئے گا
ہم لاکھوں عریضے بھیج چکے کوئی تو پہونچ ہی جائے گا
مایوس نہ ہو دُنیائے بشر کچھ رات گئی کچھ باقی ہے!
آتے ہیں نظر آثارِ سحر کچھ رات گئی کچھ باقی ہے!

تو یاد میں ان کی کرتا ہے گر آہ تو کچھ دن اور سہی
دیدار کی دل میں رکھتا ہے گر چاہ تو کچھ دن اور سہی
صدیوں سے یونہی تو تکتا ہے گر راہ تو کچھ دن اور سہی
جب اتنے دنوں سے ہے ہجرِ جاں کاہ تو کچھ دن اور سہی
بے صبر نہ بن کچھ صبر بھی کر کچھ رات گئی کچھ باقی ہے
آتے ہیں نظر آثارِ سحر کچھ رات گئی کچھ باقی ہے

عیسیٰؑ ہوں کہ خضر گوشہ نشیں سب آس لگائے بیٹھے ہیں
ہوں اہلِ فلک یا اہلِ زمیں سب آس لگائے بیٹھے ہیں
آنے کا ہے اُن کے سب کو یقیں سب آس لگائے بیٹھے ہیں
پر آئیں گے کب معلوم نہیں سب آس لگائے بیٹھے ہیں
ہر دَم ہے اُفق پر سب کی نظر کچھ رات گئی کچھ باقی ہے
آتے ہیں نظر آثارِ سحر کچھ رات گئی کچھ باقی ہے

پھر ہوگا رواج شرع کہن بے صبر نہ بن تعجیل نہ کر
مالی کو ہے خود ہی فکرِ چمن بے صبر نہ بن تعجیل نہ کر
وہ شمع تو ہونے دے روشن بے صبر نہ بن تعجیل نہ کر
بن جائے گی ہر وادی ایمن بے صبر نہ بن تعجیل نہ کر
کچھ دیر میں ظلمت کا ہے سفر کچھ رات گئی کچھ باقی ہے
آتے ہیں نظر آثارِ سحر کچھ رات گئی کچھ باقی ہے

تمہیدِ قیامت

مطلعِ محشر و تمہید قیامت آئے
مقطعِ نعمتِ حق ختمِ امامت آئے
باعثِ تکملۂ کار رسالت آئے
خاتمِ سلسلۂ امرِ ہدایت آئے
پردہ غیب اُٹھا صاحبِ غیبت آئے
بڑھ کے تعظیم کرو حضرتِ حجت آئے

بے نیاز از اثرِ گردشِ ایام آئے
دور از حدّ و حصارِ سحر و شام آئے
حافظِ دین نبیؐ وارثِ اسلام آئے
جس کا آغاز علیؑ سے تھا وہ انجام آئے
آخری نقطۂ پرکار امامت آئے
بڑھ کے تعظیم کرو حضرتِ حجت آئے

باغِ اسلام میں لو بادِ بہاری آئی!
دن گئے غیروں کے ہم لوگوں کی باری آئی!
ضرب جو تھی کبھی ثقلین سے بھاری آئی!
آئی آئی میرے آقا کی سواری آئی!
جھک کے تسلیم کرو حضرتِ حجت آئے!
بڑھ کے تعظیم کرو حضرتِ حجت آئے

حکم دُنیائے بشر کو ہے کہ شر بند کرو
فسق و عصیان کی ہر راہ گزر بند کرو
ظلم و بیداد کے ہر رخنہ و در بند کرو
اور ابلیس کو لے جاؤ نظر بند کرو
یعنی پہلے اسی کمبخت کی شامت آئے
بڑھ کے تعظیم کرو حضرت حجت آئے

حکم ہے غیر خدا کا کوئی قائل نہ رہے
فرض ہے اَجرِ رسالت کوئی غافل نہ رہے
اُلفت آل سے بیگانہ کوئی دل نہ رہے
خیر ہی خیر رہے حق رہے باطل نہ رہے
کُفر کُش شرک شکن ماحیٔ بدعت آئے
بڑھ کے تعظیم کرو حضرت حجت آئے

نورِ حق آگیا ظلمت کے ہوئے دن پورے
شرک کے شر کے شرارت کے ہوئے دن پورے
ٹھیکہ دارانِ شریعت کے ہوئے دن پورے
آج ابلیس کی مہلت کے ہوئے دن پورے
سُن لوائے اہلِ مجاز اصل حقیقت آئے
بڑھ کے تعظیم کرو حضرت حجت آئے

۱

منتظر اہلِ زمانہ ہیں یہ میں نے مانا
خواب میں بھی نہ انھیں شکل ابھی دکھلانا
ایک ہی مرتبہ آنا کہ قیامت آجائے
قدر کھو دیتا ہے ہر روز کا آنا جانا

۲

صرف عیسیٰؑ نہیں فہرست میں دیوانوں کی
خضر بھی پھرتے ہیں کشتی لئے ارمانوں کی
انبیا کو بھی سُنا ہے کہ پڑھائیں گے نماز
شمعیں بھی صف میں نظر آئیں گی پروانوں کی

۳

ذکر عہدوں کا کہیں ہے کہیں پیمانوں کا
تذکرہ اس میں ہے کچھ ہجر کے افسانوں کا
رہ نہ جائے کہیں دریا میں عریضہ میرا
کاغذی ناؤ پہ انبار ہے ارمانوں کا

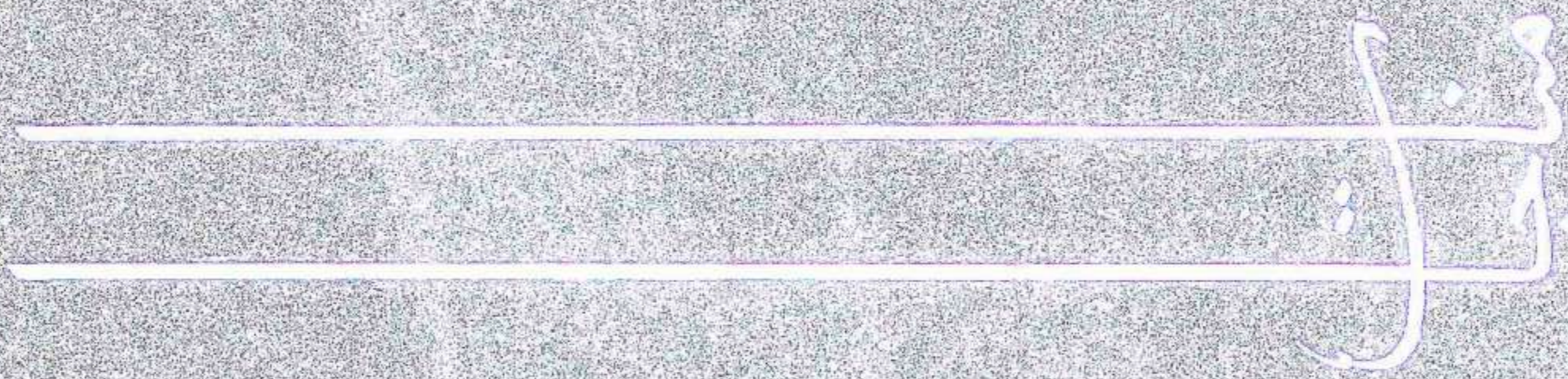

مناجات

①

دربارگاہ حلّال مشکلات حضرت امیر المومنین علیؑ ابنِ ابی طالب علیہ السّلام

اے شاہِ نجف عقدہ کُشا حیدرِ کرّار
اے نفسِ نبیؐ نفسِ خدا حیدرِ کرّار
اے فارسِ میدانِ وغا حیدرِ کرّار
ہے تیغ تری تیغِ قضا حیدرِ کرّار

اصحاب میں اس شان کا کب کوئی بھلا ہے
اسلام تری تیغ کے سایہ میں پلا ہے

اے حُجّتِ حق شیرِ خدا غازی و صفدر
مولودِ حَرم قوّتِ بازوئے پیمبرؐ
احمد کے وصی، حق کے ولی، خلق کے رہبر
سَرتاجِ شجاعانِ عرب فاتحِ خیبر
پتّھر پہ علم گاڑ کے مَرحب کو پچھاڑا!
اِک ہاتھ سے بڑھ کر درِ خیبر کو اُکھاڑا!

ہر جنگ کو کرتے رہے سَر آپ ہمیشہ
فرماتے رہے فتح و ظفر آپ ہمیشہ
احمدؐ کے رہے سینہ سپر آپ ہمیشہ
پہلو میں رہے مثلِ جگر آپ ہمیشہ
ساتھ حق کا کبھی حق کے فدائی نے نہ چھوڑا!
بھائی کو اکیلا کبھی بھائی نے نہ چھوڑا

تو کون ہے کیا چیز ہے سب جان چکے ہیں
ہر جنگ میں تیور ترے پہچان چکے ہیں
احمد تو وصی بھی تجھے گردان چکے ہیں
جبریل تو اُستاد تجھے مان چکے ہیں
قائم ہیں اَزل سے جو یہ تعلیم کے رشتے
پڑھتے ہیں ترے نام کی تسبیح فرشتے

اے دستِ خدا قوّت بازوئے پیمبرؐ
اصحاب میں اصحاب کی ہر فرد سے بہتر
تاروں میں اگر چاند تو کانٹوں میں گلِ تر
حلّال مُہمات جہاں حیدرِ صفدر
سچ کہتا ہوں توحید کا پیغام نہ ہوتا!
گر آپ نہ ہوتے تو یہ اسلام نہ ہوتا!

معبود کی سرکار کے مختار تمہیں ہو!
اللہ کی مرضی کے طلب گار تمہیں ہو
بیوں کے یتیموں کے پرستار تمہیں ہو
ناداروں غریبوں کے مددگار تمہیں ہو
کونین میں ہے عقدہ کُشا نام تمہارا
ہے فیض زمانے کیلئے عام تمہارا

سُنتا ہوں غریبوں پہ ترس کھاتے ہو آقا
مُشکل میں ہر اک شخص کے کام آتے ہو آقا
مُجبور زمانے میں جسے پاتے ہو آقا
تم اس پہ نظر لطف کی فرماتے ہو آقا
رنجور ہوں میں ایک نظر میری طرف بھی!
مُجبور ہوں میں ایک نظر میری طرف بھی!

اے سیّدِ ذیجاہ یہی وقتِ مدد ہے
جلد آئیے للّٰلہ یہی وقتِ مدد ہے
اے کل کے شہنشاہ یہی وقتِ مدد ہے
نازک ہے گھڑی آہ یہی وقتِ مدد ہے
کب تک میں اسی حال میں غم کھاؤں گا مولا
اِس پر بھی نہ آپ آئے تو مَر جاؤں گا مولا!

فریادرسِ خلقِ خدا تیری دُھائی
اے بادشۂ عقدہ کشا تیری دُھائی
مقروض ہوں میں حَد سے سوا تیری دُھائی
کس طرح کروں آہ ادا تیری دُھائی
اندوہ و تعب رنج و الم سہتا ہوں آقا
دن رات اسی فکر میں مَیں رہتا ہوں آقا

اے قوّتِ بازوئے نبی میری مدد کر
اے واقفِ اَسرارِ خفی میری مدد کر
دامادِ شہِ مُطّلبی میری مدد کر
لب پر ہے مرے نادِ علیؑ میری مدد کر

حالت میری اب قابلِ امداد ہے مولا
فریاد ہے فریاد ہے مولا

اے شاہِ اُمم ایک نظر میری طرف بھی
مولودِ حرم ایک نظر میری طرف بھی
اے ابرِ کرم ایک نظر میری طرف بھی
کب تک سہوں غم ایک نظر میری طرف بھی

ہم کو بھی زیارات کی توفیق عطا ہو!
یا شاہِ نجف مجھ کو نجف جلد بلا لو!

۲

دربارگاہ حلّال مشکلات حضرت امیرالمومنین علیہ السلام

اے شاہِ نجف شیرِ خدا حیدرِ کرار!
اے مالک و مختار کی سرکار کے مختار
مجھ کو نہیں کچھ آپ کے غیروں سے سروکار
کیا دے گا کسی کو کوئی جو خود ہی ہو نادار
مشہورِ دو عالم میں شہا آپ کا در ہے
بس عقدہ کشا آپ ہیں یا آپ کا گھر ہے

مُردوں کو بھی چاہو تو جِلا دیتے ہو آقا
اعجاز مسیحا کا دکھا دیتے ہو آقا
روتی ہوئی آنکھوں کو ہنسا دیتے ہو آقا
بگڑا ہو ہر کام بنا دیتے ہو آقا
ہر درد کی ہر رنج کی ہر دُکھ کی دوا ہو
بیمار کو اک آن میں چاہو تو شفا ہو

ناچیز غلام آپ کا ناشاد ہے مولا
ہر حال سے ہر طرح سے برباد ہے مولا
یہ اپنا مُقدّر ہے یہ افتاد ہے مولا
فریاد ہے فریاد ہے فریاد ہے مولا!
اے حیدرِ کرّار مری جلد خبر لو
اے کُل کے مددگار مری جلد خبر لو

رنج والَم وغم سے پھٹا جاتا ہے سینہ
اس حال میں دشوار نظر آتا ہے جینا
اے قوّتِ بازوئے شہنشاہِ مدینہ
غرقاب نہ ہو جائے کہیں میرا سفینہ
طوفانِ مصائب بھی ہیں سیلابِ بلا بھی
اور اس پہ مخالف ہے زمانے کی ہوا بھی

اے شاہِ نجف سیّدِ لولاک کا صَدقہ
حسنینؑ کا اور سیّدۂؑ پاک کا صَدقہ
اپنے دلِ پُر درد و المناک کا صَدقہ
جس خاک پہ سوتے ہیں اس خاک کا صَدقہ
ہر درد کے درماں ہو تو ہر دُکھ کی دوا ہو
قسمت کی گرہ کھول دو تم عقدہ کشا ہو

برگشتہ کچھ ایسا ہے مُقدّر کا ستارا
دنیا میں نہیں کوئی مددگار ہمارا
اے کشتیٔ اسلام کے پتوار خُدارا
کافی ہے فقط آپ کا ادنیٰ سا اشارا
منجدھار میں کشتی ہے کنارا نہیں ملتا
ادنیٰ سا بھی تنکے کا سہارا نہیں ملتا

دربارگاہ حلال مشکلات حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ

۳

بارِ الم سے پُشت ہے خَم یا علیؑ مدد
اُٹھتے نہیں فلک کے ستم یا علیؑ مدد
اِک ہم ہیں اور سینکڑوں غم یا علیؑ مدد
کس کو پکاریں کیا کریں ہم یا علیؑ مدد
مولائے کائنات کوئی دوسرا نہیں!
حلّالِ مُشکلات کوئی دوسرا نہیں!

اے شیرِ کبریا مری امداد کیجئے!
سردارِ اولیا مری امداد کیجئے!
سرتاجِ اوصیا مری امداد کیجئے!
بہرِ خدا شہا مری امداد کیجئے!

وہ کون ہے کہ سر سے بلا جس کے رد نہ کی
کونین میں حضورؐ نے کس کی مدد نہ کی

دونوں جہاں میں ذات ہے حضرت کی بیمثال
ایسے سخی کہ رد نہ کسی کا کیا سوال
اغیار تک حضورؐ کے در سے ہیں مالامال
مجھ کو بھی اپنے لطف سے کر دیجئے نہال

سارے جہاں کو شانِ سخاوت دکھا دیا!
قاتل تلک کو دودھ کا شربت پلا دیا!

ہم کیوں نہ جانیں اپنا سہارا حضورؐ کو
مشکل میں ہر نبی نے پکارا حضورؐ کو
معلوم مدعا ہے ہمارا حضورؐ کو
کیا مفلسی ہے میری گوارا حضورؐ کو
افلاس بر طرف ہو ہمارے گھرانے سے
اتنا تو دیجئے ہمیں اپنے خزانے سے

مطلب مرے ہیں آپ مرے مُدعا ہیں آپ
دردِ دلِ غریب کی مولا دوا ہیں آپؐ
مشکل کا ہم کو ڈر نہیں مشکل کُشا ہیں آپؐ
حاجت روائی کیجئے حاجت روا ہیں آپؐ
معلوم ہے حضورؐ کو کیا چاہتا ہوں میں
بیمار ہوں مرض کی دوا چاہتا ہوں میں

یا مرتضیٰ علیؑ مری امداد کیجئے
افلاس سے غریب کو آزاد کیجئے
افکار دور کیجئے دِل شاد کیجئے
برباد ہوں پر اب مجھے آباد کیجئے

سب میرا حال آپؑ کی مولا نظر میں ہے
للّٰہ دیکھئے میری کشتی بھنور میں ہے

یا مرتضیٰ علیؑ ولی شیرِ کردگار
مدّت سے دل یہ بہرِ زیارت ہے بیقرار
جی چاہتا ہے اپنا کہ اے شاہِ ذوالفقار
دوں حاضری حضورؐ کے روضہ پہ بار بار

صَدقہ میں اہلِ بیتؑ کے مطلب حصول ہو
یا مرتضیٰ علیؑ مری عرضی قبول ہو

بدرگاہِ فرزندِ رسولؐ الثقلین حضرت ابوعبداللہ الحسینؑ

۴

اے لختِ دلِ شاہِ نجف دین کے سرتاج
فرزندِ رسولؐ عربی صاحبِ معراج
دُنیا تری ٹھوکر میں ہے عقبیٰ میں ترا راج
انسان کا کیا ذکر فرشتے ترے محتاج
راہب کو کئی لال عطا کر دیئے تو نے
فطرس کو پَر و بال عطا کر دیئے تو نے

اے شاہِ ہُدا لختِ دلِ ساقیٔ کوثر!
میں اور مرے ماں باپ فدا آپ کے اوپر
ہے زیرِ نگیں آپ کے ہر خشک ہر اک تر
ہے آپؑ کے قبضے میں زمانے کا مقدّر
حُر کو صفِ دشمن سے نکلتے ہوئے دیکھا
تم کو خطِ تقدیر بدلتے ہوئے دیکھا

جبریلؑ نے اکثر ترا گہوارہ ھلایا
اللہ کے محبوب نے کاندھے پہ چڑھایا
اللہ نے رتبہ ترا یوں سب کو دکھایا
تیرے لئے رضوان کو خیاط بنایا
بیمار کو اب جلد شفا دیجئے آکر
خود خاکِ شفا آپؑ کھلا دیجئے آکر

اس خاک پہ کیونکر نہ کوئی جان کو وارے
جس خاک پہ خوابیدہ ہیں سب چاند ستارے
زینبؑ کے پسر بانوئے دلگیر کے پیارے
اور سب کا علمدار ہے دریا کے کنارے
جس خاک پہ سب اہلِ فلک کرتے ہیں سجدہ
انسان کا کیا ذکر ملک کرتے ہیں سجدہ

ہم کو بھی دکھا دیجئے اے خاصۂ داور
وہ خاک کہ جس خاک پہ ہے آپؑ کا بستر
جس خاک کے دامن میں چھپے ہیں مہ و اختر
عبّاسؑ و علی اکبرؑ و قاسمؑ، علیؑ اصغرؑ

بے چین ہے دل دید کی حسرت نہیں جاتی
آنکھوں سے تمنّائے زیارت نہیں جاتی

میں بیکس و مجبور ہوں لاچار ہوں آقا
محتاج ہوں مفلس ہوں قرضدار ہوں آقا
بالکل ہی تہی دست ہوں نادار ہوں آقا
سو طرح کی آفت میں گرفتار ہوں آقا
خود آئیے اور میری مدد کیجئے آقا
یا حضرت عباسؑ سے کہہ دیجئے آقا

اے سیّد و سردار جناں حضرت شبیرؑ
فرزندِ رسولِ عربی صاحبِ توقیر
امداد میں اے شاہ نہ اب کیجئے تاخیر
للّٰہ بنا دیجئے بگڑی ہوئی تقدیر
اس وقت تو گردش میں ستارا ہے ہمارا
دُنیا میں نہیں کوئی سہارا ہے ہمارا

بدرگاہِ علمبردارِ لشکرِ حسینی حضرت ابوالفضل العباس ابن امیرالمومنین ؑ

۵

اے شیرِ کبریا کے پسر آپ پر سلام
مولا علی ؑ کے نورِ نظر آپ پر سلام
اُم البنین کے لختِ جگر آپ پر سلام
فرزندِ فاطمہ ؑ کی سپر آپ پر سلام
تنگ آگیا ہوں رنج والم کے وفور سے
آقا کچھ آج عرض کروں گا حضور سے

معلوم ہے کہ خلق کے حاجت روا ہیں آپؑ
مشکل کشا کے لال ہیں مشکل کشا ہیں آپؑ

سقائے اہلِ بیتؑ رسولِؐ خدا ہیں آپؑ
کہتے تھے خود امام بڑے باوفا ہیں آپؑ

اب بھی فدا ہیں آپؑ شہ مشرقینؑ پر
جو چاہے مانگ لے کوئی نامِ حسینؑ پر

سُنتا ہوں گر حسینؑ کا لیتا ہے کوئی نام
کہتے ہیں آپؑ بڑھ کے کہ اے عاشقِ امام

کیا بات ہے بتا تجھے آقا سے کیا ہے کام
کیوں چُپ ہے جلد کہہ کہ نہیں شرم کا مقام

مشکل کوئی پڑے تو بُلا لے غلام کو
زحمت نہ دے حسین علیہ السّلام کو

اے لشکرِ قلیل کے سردار الغیاث
شاہِ نجف کے گوہرِ شہوار الغیاث
اہلِ وفا کے قافلہ سالار الغیاث
عبّاسؑ ابنِ حیدرِ کرارؑ الغیاث

طوفاں میں ہے جہاز ہمارا بچائیے
جلد آئیے حضورؐ خُدارا بچائیے

اے زورِ دست و بازوئے شبیرؑ المدد
اے حیدری جہاد کی تصویر المدد
اُم البنیں کے دودھ کی تاثیر المدد
برگشتہ مجھ سے ہے مری تقدیر المدد

آفت میں پھنس گیا ہوں خبر لیجئے مری!
دلدل میں دھنس گیا ہوں خبر لیجئے مری

اے جاں نثارِ شاہِ اُمم آپ پر نثار
ڈھارس برائے اہلِ حرم آپ پر نثار
حق دار مشک و تیغ و علم آپ پر نثار
للّٰہ اک نگاہِ کرم آپ پر نثار

عزّت پہ آ بنی ہے خدارا بچائیے
بس آپ ہی کا اب ہے سہارا بچائیے

بارِ الم سے پشت ہے خم آہ کیا کریں
اک ہم ہیں اور سینکڑوں غم آہ کیا کریں
کب تک سہیں فلک کے ستم آہ کیا کریں
کس گوشے میں پناہ لیں ہم آہ کیا کریں

گردش میں آجکل ہے ستارہ نصیب کا
کوئی نہیں ہے پوچھنے والا غریب کا

مانا گناہ گار ہوں اقرار ہے مجھے!
سچ ہے سیاہ کار ہوں اقرار ہے مجھے!
بے شک خطا شعار ہوں اقرار ہے مجھے!
بالکل ذلیل و خوار ہوں اقرار ہے مجھے!
بے قدر ہر طرح سے ہوں بالکل حقیر ہوں
یہ سب ہے پر حسینؑ کے در کا فقیر ہوں!

اِس وقت لغزشوں پہ ہماری نہ جائیے
آفت میں پھنس گیا ہوں خدارا بچائیے
امداد کا یہ وقت ہے تشریف لائیے
للّٰلہ آپؑ آئیے اور جلد آئیے
ہر سمت سے بلاؤں کا اب اژدہام ہے
تاخیر کی تو بس مرا قصّہ تمام ہے

آقا تمھیں حسینؑ کی غربت کا واسطہ
اس شہسوارِ دوشِ رسالت کا واسطہ
اصحابِ جانثار کی نصرت کا واسطہ
حضرت کے اقربا کی شہادت کا واسطہ
آوازِ استغاثۂ مظلوم کی قسم
شبیرؑ کے کٹے ہوئے حلقوم کی قسم

یہ زندگی رہے نہ رہے اس کا کیا پتہ
ہے آرزو کہ دیکھ لوں اک بار میں ذرا
قائم جو ہیں ستون ہدایت کے جا بجا
بطحیٰ و کاظمین و خراسان و سامرا
پہونچوں نجف تو شکر کا سجدہ ادا کروں
اور اس کے بعد کوچ سوئے کربلا کروں

بہ درگاہ باب الحوائج حضرت امام موسیٰ بن جعفر الکاظمؑ

اَلسّلام اے موسیِ کاظم امام مشرقین
اَلسّلام اے ورثہ دارِ فاتحِ بدر و حُنین
السّلام اے دُودمانِ مصطفیٰؐ کے دل کے چین
اَلسّلام اے رونقِ بغداد و رُوحِ کاظمین
دِل فگاروں دردمندوں غم نصیبوں کا سلام
آپ پر باب الحوائج ہم غریبوں کا سلام

السّلام اے مصحفِ ناطق کے پارے السّلام
السّلام اے عرشِ حق کے گوشوارے السّلام
السّلام اے دین و دُنیا کے سہارے السّلام
السّلام اے ساتویں آقا ہمارے السّلام

السّلام اے صادقِ آلِ محمدؐ کے خلف
السّلام اے گوہرِ تاجِ شہنشاہِ نجف

السّلام اے پرتوِ نورِ رسالت السّلام
السّلام اے شمعِ فانوسِ امامت السّلام
السّلام اے گوشۂ دامانِ رحمت السّلام
السّلام اے خلق پر حق کی عنایت السلام

گر اجازت ہو تو اپنا حال کچھ میں بھی کہوں
کس قدر غم نے کیا پامال کچھ میں بھی کہوں

نورِ چشمِ صادقِ آلِ محمدؐ المدد
نخلبندِ بوستانِ آلِ احمدؐ المدد
ہر طرف سے دشمنوں کی ہم پہ ہے زد المدد
ہم کو دُنیا نے ستا رکھا ہے بے حد المدد

میں مسلسل ان دنوں غمگین ہوں رنجور ہوں
مفلس و نادار ہوں دل تنگ ہوں مجبور ہوں

میرے مولا دل مرا رہتا ہے بیکل آج کل!
دل غم و اندوہ حرماں سے ہے بوجھل آج کل!
ہر طرف منڈلا رہے ہیں غم کے بادل آج کل!
ہو رہی ہے رنج کی بارش مسلسل آج کل!

کام بنتا ہی نہیں ہے کوئی آسانی کے ساتھ
زندگی کے دن گزرتے ہیں پریشانی کے ساتھ

دادرس کوئی نہیں فریادرس کوئی نہیں

ہمنوا ہمدرد ہمدم ہم نفس کوئی نہیں

کس کو دوں آواز مولا پیش و پس کوئی نہیں

بس فقط ہیں آپ میرے اور بس کوئی نہیں

دن مرے پھرتے نہیں مولا کسی تدبیر سے

اب تو عاجز آگیا ہوں گردشِ تقدیر سے

میں مریض و ناتواں ہوں چارہ گر کوئی نہیں

سب معالج ہیں مگر عیسیٰ نظر کوئی نہیں

دیکھنے میں تو سبھی اپنے ہیں پر کوئی نہیں

میرے مولا اب دواؤں میں اثر کوئی نہیں

گر خطا کچھ ہو تو مولا درگزر فرمائیے

اور اب مجھ پر عنایت کی نظر فرمائیے

آپؑ کو مولا حبیبِ کبریا کا واسطہ
فاطمہ زہراؑ علیؑ مرتضیٰ کا واسطہ
مجتبیٰ کا خامسِ آلِ عبا کا واسطہ
سیّدِ سجادؑ اسیرِ کربلا کا واسطہ
باقرؑ و جعفرؑ کا صدقہ کیجئے میری مدد
التجا سُن لیجئے ناچیز کی بہرِ صمد
ثامنؑ ضامن ولی ابنِ ولی کا واسطہ
آپؑ کو مولا تقیؑ مولا نقیؑ کا واسطہ
حجت خالق امام عسکری کا واسطہ
اور امام عصر ہمنام نبی کا واسطہ
ملتجی ہوں آپؑ سے چشمِ عنایت کے لئے
دِل مرا بے چین رہتا ہے زیارت کے لئے

چاہتا ہوں آپ کے روضہ کو میں کر لوں سلام
کربلا پہونچوں نجف میں پھر کروں جا کر قیام
سامرہ میں اور لطجی میں گزاروں صبح و شام
آپ گر چاہیں تو کچھ مشکل نہیں ہے یا امام
اس دلِ ناشاد کو کر دیجئے اب آپ شاد
اتنا کہہ دیجے کہ جا بر آئی تیری ہر مُراد

۷

دربارگاہ شاہ خراسان حضرت غریب الغربا امام رضاؑ

یا شاہِ خراساں بِاَبی اَنْتَ وَاُمِّی
عِطرِ گلِ ایماں بِاَبی اَنْتَ وَاُمِّی
ہم پلۂ قرآں بِاَبی اَنْتَ وَاُمِّی
میں آپؑ پہ قرباں بِاَبی اَنْتَ وَاُمِّی

لاریب کہ راضی بہ رضا آپؑ ہیں مولا!
دانندۂ ہر قدر و قضا آپؑ ہیں مولا

اے صنعتِ معبود کے شہپارۂ ہشتم
قندیلِ سرِ عرش کے نظارۂ ہشتم
اے دین کے ایمان کے مینارۂ ہشتم
سرتابہ قدم خُلق نبی بارۂ ہشتم
میرے لئے آفاق میں کیا فخر یہ کم ہے
آقا مرا سلطانِ عرب اور عجم ہے

اے فاطمہ زہرا کے گلوبند کے موتی
اُمّت جو تجھے رشتۂ الفت میں پروتی
اُلفت نہ سہی راہ میں کانٹے تو نہ بوتی
ہم کو یہ یقیں ہے کبھی گمراہ نہ ہوتی
یہ بیخ کنی کرتی رہی دینِ خدا کی
کی قدر نہ تجھ جیسے غریب الغربا کی!

اے ثامن ضامن پسر موسیٰ کاظم
اسلاف کے گلدستۂ اوصاف و مکارم
کیا کیا نہ ہوئے آپ پہ در پردہ مظالم
تاریخ اگر چپ ہے تو اللہ ہے عالِم
یہ ظلم تو مامون نے برجستہ کیا تھا
جب زہر کو انگور میں پیوستہ کیا تھا

اِک عرصہ سے دل میں تھی تمنائے زیارت
لیکن مرے حالات نہ دیتے تھے اجازت
صحت کبھی مانع کبھی ناداری و غربت
مجبور تھا ان سب سے نہیں ملتی تھی فرصت
دربار میں اب بہرِ سلام آیا ہوں مولا
کچھ اپنے مسائل ہیں جنھیں لایا ہوں مولا

۸

دربارگاہ حضرت ولی عصر حجت ابنِ الحسن

اے آخری رسولؐ کے ہم نام السّلام
دنیا میں قِسط و عدل کے پیغام السّلام
حق کی طرف سے آخری اِقدام السّلام
آغازِ بوتراب کے انجام السّلام
آتا ہے لب پہ نام تو تعظیم کے لئے
دِل سَر کے ساتھ جھکتا ہے تسلیم کے لئے

وجہِ بقائے عالمِ امکاں کہاں ہیں آپؑ
دینِ محمدیؐ کے نگہباں کہاں ہیں آپؑ
قائم بحق محافظِ قرآں کہاں ہیں آپؑ
ہم سب حضور آپ پہ قرباں کہاں ہیں آپؑ

حضرت رہیں گے پردۂ غیبت میں تا بہ کے
ہم مبتلا رہیں گے مصیبت میں تا بہ کے

اے کُل کے بادشاہ مرا حال ہے تباہ
اے عسکریؑ کے ماہ مرا حال ہے تباہ
کس سے کہوں میں آہ مرا حال ہے تباہ
للہ اِک نگاہ مرا حال ہے تباہ

میں لکھ چکا ہوں حالِ دلِ ناصبور کو!
پہونچے تو ہوں گے میرے عریضے حضور کو!

کب تک میں انتظار کروں آہ کیا کروں
آنکھوں کو اشکبار کروں آہ کیا کروں!
دامن کو تار تار کروں آہ کیا کروں!
یا صبر اختیار کروں آہ کیا کروں!
دِل کو نہیں قرار بڑی کشمکش میں ہے!
مولا یہ جان زار بڑی کشمکش میں ہے!

ہم سب کا حال اب ہے دگر آپ کے بغیر
ہے سارا نظم زیر و زبر آپؑ کے بغیر
اِس رات کی نہ ہو گی سحر آپؑ کے بغیر
ہے کون لے جو آ کے خبر آپؑ کے بغیر
دن اور کتنے رہ گئے مولا ظہور کے!
سب منتظر ہیں چاہنے والے حضور کے!

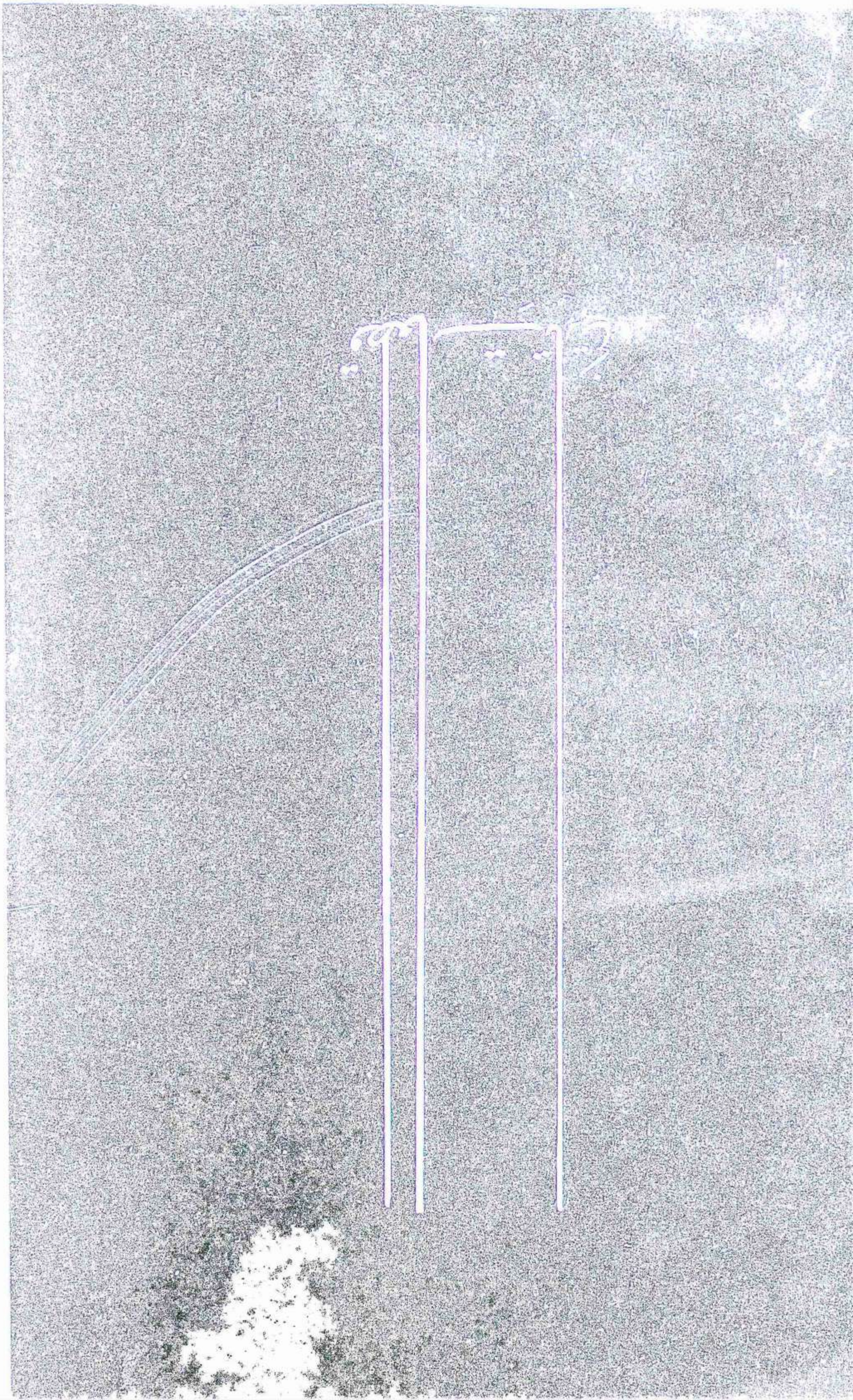

قطعاتِ تاریخِ وفات علامہ رشید ترابی اعلی اللہ مقامہ

قطعہ اوّل

سوتے ہیں دیکر نطقِ بشر کو
عالی وقاری عزّت مآبی
سنگِ لحد پر لکھ دو یہ مصرعہ
خوابگہِ علّامہ ترابی

سنہ ۱۳۹۳ھ

قطعہ ثانی

نبیؐ کی آل کی خدمت میں علّامہ ترابی ہیں
پئے نذرِ عقیدت لیکے تقریروں کا گلدستہ
گزاری عمر منبر پر عزا خانے میں سوتے ہیں
وہی ماحول یعنی بعدِ رحلت بھی ہے پیوستہ
ذرا دیکھو لحد خود مصرعۂ تاریخ کہتی ہے
سربالیں علمؑ مرکز سے آج اب بھی ہیں وابستہ

سنہ ۱۳۹۳ھ

قطعۂ ثالث

وہ خطیبِ عالمِ اسلام آہ
وہ ترابی خاک پائے بوترابؑ

نطق کی معراج منبر کا وقار
عظمتِ تقریر پُر ہیبت خطاب
عقل کی خاموش دنیا کی زبان
ذہن صامت کیلئے ناطق کتاب
چشمک فکر و نظر کے موڑ پر
قوم کی جانب سے برجستہ جواب
قوم کے شاداب ذہنوں کیلئے
بارشِ افکار مانند سحاب
عہدِ ماضی میں نہیں جسکی مثال
عہدِ حاضر میں نہیں جسکا جواب
گفتگو میں قوّتِ جذبِ قلوب
باتوں باتوں میں دلوں کا اکتساب

جس کے ہاتھوں میں زمامِ ذہنِ قوم
جسکی مٹھی میں دماغوں کی طناب
جسنے کی تھی اِک نئی دنیا تلاش
جسنے ڈھونڈا اِک نیا طرزِ خطاب
جسنے بخشا اِک نیا اندازِ فکر
جسنے کھولے ذہن کے مسدود باب
کر دیا ذوقِ سماعت کو بلند
فکر کی دُنیا میں لا کر انقلاب
آسمان نطق اور تقریر پر
جو ہمیشہ بن کے چمکا آفتاب
دفن کے موقع پہ میں موجود تھا
میں نے دیکھا اُف غروبِ آفتاب

سنہ ۱۹۷۳ء

قطعۂ تاریخِ وفات

مولانا علی حاکم مرحوم بدایونی

بظاہر مولوی کوئی نہ مولانا علی حاکم
مگر ان سب سے بہتر عالم و دانا علی حاکم

نبیؐ کی آل کے شیدا و دیوانہ علی حاکم
خدا بخشے انھیں شمعوں کے پروانہ علی حاکم

جب اِذنِ باریابی شاہ سے پانا علی حاکم
غلاموں کا سلام آقا کو پہنچانا علی حاکم

قدم بوسی مری جانب سے کرنا ابنِ زہراؑ کی
تمھیں زحمت تو ہوگی معاف فرمانا علی حاکم

مرا آداب کہنا مل کے علامہ ترابی سے
وہیں وہ بھی تو ہونگے بھول مت جانا علی حاکم

اگر پوچھیں کہ کیا وہ شان منبر اب بھی باقی ہے
تو پھر تفصیل سے سب حال بتلانا علی حاکم

یہ کہہ دینا کہ معیارِ خطابت اب کہاں ویسا
خصوصاً رعبِ منبر تو ہے افسانہ علی حاکم

دُعا کیجے کہ اب پھر کوئی آئے آپ ہی جیسا
یہ ساری قوم کا پیغام پہونچانا علی حاکم

کتبہ برلوح مزار مولانا علی حاکم مرحوم

جوارِ پنجتن میں اب ہیں مولانا علی حاکم
خطیبِ بے مثال و عالم و دانا علی حاکم
کچھ ایسا پُر اثر انداز تھا ذکر مصائب کا
کہ رو دیتے تھے سب اپنا کہ بیگانہ علی حاکم
سدا کرتے رہیں گے اہلِ مجلس تذکرہ تیرا
نہ بھولے گا تجھے کوئی عزا خانہ علی حاکم
اگرچہ عالمِ برزخ کی منزل سخت ہے لیکن
وہاں بھی ہیں علی حاکم نہ گھبرانا علی حاکم

علی کا نام لے کر مصرعہ تاریخ ہجری میں کہا میں نے (خطیبِ عصر مولانا علی حاکم)

۱۱۰

۱۲۸۸
۱۱۰
۱۳۹۸ھ

قطعہ تاریخ وفات ڈاکٹر سیّد جاوید حسین رضوی مرحوم

اُف یہ اٹھائیس سالہ زندگی
جس میں طے سارے منازل ہو گئے
بڑھ رہے تھے لیکے اپنا کارواں
درمیانِ راہ میں خود کھو گئے
قوم کی خدمت مریضوں کا علاج
کام کرتے کرتے تھک کر سو گئے
ہو گیا معلوم خود سالِ وفات
مصرعہ آخر تلک ہم جو گئے
یک بیک سب گھر کو روتا چھوڑ کر
ڈاکٹر جاوید رخصت ہو گئے

۱۹۸۱ء

قطعہ تاریخِ وفات سیّد اخلاق حُسین عرف سیّد عین الحسن مرحوم

از رانی پوری - فروری سنہ ۱۹۸۱ء

اے راہروانِ راہِ ہستی
تم کو ہے ہماری کچھ خبر بھی
اللہ یہی ہے عینِ اخلاق ۹۶۸
اک سورۂ فاتحہ ادھر بھی ۱۰۱۳ +
سنہ ۱۹۸۱ء

قطعہ تاریخِ وفات غلام حیدر صاحب مرحوم کورنگی

مارچ سنہ ۱۹۸۲ء

گئے جو کل جنّت البقیع میں
وہاں کا دیکھا عجیب منظر
ہزاروں بکھرے ہوئے پڑے تھے
کسی کے لعل اور کسی کے گوہر
کسی کا لختِ جگر تھا سویا
کسی کا سر تاج تھا زمیں پر
کسی کی حسرت تھی زیرِ تُربت
کسی کا ارماں لحَد کے اندر

کہیں کسی کی شکستہ کشتی
کہیں کسی کا شکستہ لنگر

وہیں پہ وہ بھی تھا محوِ راحت
بغیر تکیہ بغیر بستر
وہ خاک نرد اسے جس کو نسبت

وہ باغ فیاض کا صنوبر
وہ شفقتیں بے پناہ جس کی
کہ جسکو روتا ہے آج گھر بھر

جو میں نے نام و نشان پوچھا
کہ آپ ہیں کون بندہ پرور
تو قبر کے درمیاں سے بولے

خدا کا بندہ غلام حیدر

۱۹۸۰

۱۹۸۰
۱۹۸۲ء

قطعہ تاریخ وفات ہمدرد قوم وملّت سیّد محمد حفیظ صاحب رضوی مرحوم

سنہ ۱۴۰۴ھ

جنّت میں ہیں حفیظ رضوی
شاداں شاداں خنداں خنداں
خدمت میں سردار جناں کے
پہونچے خوش خوش فرحاں فرحاں
ذرہ بزم مہر میں اب ہے
روشن روشن تاباں تاباں

اپنی شمع کے پاس پہونچکر
پروانہ ہے رقصاں رقصاں
اصل طینت پاک سے مل کر
فاضل طینت فرحاں فرحاں
قطرے کو دریا سے ملایا
مالک تیرا احساں احساں
لیکن ان کی یاد میں آنکھیں
پُرنم پُرنم گریاں گریاں
مادۂ تاریخِ ہجری
سادہ سادہ آساں آساں

چاروں طرف تربت پر لکھدو

قرآن + قرآن + قرآن + قرآن

۳۵۱ ۳۵۱ ۳۵۱ ۳۵۱

سنہ ۱۴۰۴ھ

قطعہ تاریخِ شہادت سیّد بہادر علی جعفری عرف پیارے مرحوم

بمقام مسجد امامیہ سی ایریا لیاقت آباد کراچی بروزِ عاشور محرم ۱۴۰۵ مطابق ۷ اکتوبر ۱۹۸۴ء

تم جو کہتے تھے لَیْتَنِیْ کُنْتُ　　وقت اعمال روزِ عاشورا
لو تمنّا وہ آج بر آئی　　لو وہ ارمان ہو گیا پورا
تیرا غم ضم، غمِ حسینؑ میں ہے　　اور رہے گا غمِ حسینؑ سدا
اے بہادر حسینیت پہ فدا　　اے پیارے شہید عاشورا

۸۵۳ + ۱۱۳۱ = ۱۹۸۴ء

قطعۂ تعزیت (۱)

بسلسلۂ وفات جناب منوّر عباس صاحب مرحوم (ایڈووکیٹ)

منوّر عباس آرہے ہیں

ملایہ رضواں کو حکمِ باری کہ ہے مشیت یہ اب ہماری
جناں میں اِک قصرِ نو بنا دو منوّر عبّاس آرہے ہیں

مرے خزینے سے جاؤ لیکر چمن چمن میں روش روش پر
حریر اور پرنیاں بچھا دو منوّر عبّاس آرہے ہیں

تمام راہوں کو جگمگا دو جگہ جگہ قمقمے لگا دو
مزید کچھ روشنی بڑھا دو منوّر عبّاس آرہے ہیں

یہ کہدو اشجار سے کہ جاکر قدم سے اپنے قدم ملا کر
دو رویہ تم سب صفیں جما دو منوّر عبّاس آرہے ہیں

یہ کہہ دوائے طائرانِ جنّت تمھیں ہے معلوم انکی فطرت
نئی کوئی منقبت سُنا دو منوّر عبّاس آرہے ہیں

غرض کہ رضواں یہ حکم پاکر موکلانِ جناں سے بولا
مزید خلدِ بریں سجا دو منوّر عبّاس آرہے ہیں

قطعۂ تعزیت (۲)

بسلسلہ وفات جناب منوّر عبّاس صاحب مرحوم ایڈوکیٹ

اے پاک محرم کی بنا ڈالنے والے

وہ ذاتِ گرامی کہ جو ہو خود ہی منوّر
اس ذات پہ کیا کوئی بھلا روشنی ڈالے

کھیڑی تھا وطن اور تھی میرٹھ میں وکالت
پھر کر دیا قسمت نے کراچی کے حوالے

یاں آئے تو دیکھا کہ نہیں کوئی ادارہ !
جو تعزیہ داری کے مراسم کو سنبھالے

یہ مرکزی مجلس، یہ جلوس اب جو یہاں ہے
یہ سب ہیں فقط تیرے ہی دَم کے تو اُجالے

اس شہر کراچی میں یہ چالیس برس تک
تھا قوم کی سنجیدہ قیادت کو سنبھالے
نشتر کی طرح دل میں تری یاد چبھے گی
اے پاک محرم کی بنا ڈالنے والے!

قطعہ تاریخ وفات حضرت آیۃ اللہ علامہ محمد مصطفےٰ اصاحب جوہر اعلی اللہ مقامہ

طالب اللہ شراہ

اک فقیہ جلیل و با عظمت
کر گئے آج اس جہاں سے سفر
دین و دانش کے ملجأ و ماویٰ
علم و عرفاں کے مرکز و محور
تشنگان علوم کی خاطر
آپ کی ذات پاک کالکوثر

زہد و تقویٰ کا حال مت پوچھو
جیسے کوئی ملک بہ شکلِ بشر
یہ بھی منجملۂ مراجع تھے
خِطۂ ہند و پاک کے اندر
سلسلہ میں بزرگ علما کے
آپ تھے ایک نقطۂ آخر
اب کہاں ایسے مستند عالم
اب کہاں ایسے معتبر رہبر
ایک عہد آفریں تھی آپ کی ذات
آپ حاوی تھے عصر حاضر پر
فکر تاریخ ارتحال ہے گر
لکھ دو یہ شعر لوحِ تربت پر

حیف آج ایک دور ختم ہوا

آہ علّامہ مصطفےٰ جوہر

۱۳۹۵

۵۹۰

۱۹۸۵ء

قطعہ تاریخ وفات

ڈاکٹر سیّد تاجدار حسُین تاجپوری ضلع فیض آباد یوپی

اے بزرگوں کے وطن اے تاجپور
صبر کر تو ہوگیا بے تاجدار
ہوگیا تیرا چمن نذر خزاں
لُٹ گئی تیری کراچی میں بہار
آگئی برقِ اجل کی زد میں آہ
تھی جو تیری ایک شاخ سایہ دار
موت سے سب کو بچالیتا تھا جو
ہوگیا وہ موت کا خود ہی شکار

کرتا تھا دکھ درد کا سب کے علاج
خدمتِ خلق خدا جس کا شعار
کہہ رہے ہیں آج سارے ڈاکٹر
طبِ مغرب ہو گیا بے تاجدار

سنہ ۱۹۸۷ء

حصّۂ دوم

متفرقات

تنظیم المکاتب

کھولے ہیں میکشوں نے جو میخانے جا بجا
چھلکا رہے ہیں علم کے پیمانے جا بجا

نکلے ہیں اپنے اپنے شریعت کدوں سے رند
تعلیمِ اہلِ بیتؑ کو پھیلانے جا بجا

خود اپنی دینیات سے واقف ہو اپنی قوم
اس دُھن میں پھر رہے ہیں یہ دیوانے جا بجا

لیکن چلے گا چند مکاتب سے کیسے کام
کوثر نژاد کھولئے میخانے جا بجا

شایانِ شان حوزۂ علمی جگہ جگہ
دارالعلوم اور کتب خانے جا بجا
شمعِ علومِ آلِ محمدؐ جلائیے
کب تک پھریں گے آپ کے پروانے جا بجا

اِک دن وہ تھا کہ علم کا میداں تھا اپنے ہاتھ
اور آج ہم پہ ہنستے ہیں بیگانے جا بجا

بحرِ عرب سے بھرتے ہیں اغیار اپنے جام
سوکھے پڑے ہیں آپ کے پیمانے جا بجا

ممکن ہے ان میں کوئی تناور شجر بنے
بکھرے ہیں خرمنوں میں جو یہ دانے جا بجا

کوشش یہ ہو کہ نسل بنے اپنی بُت شکن
اغیار گر بناتے ہیں بُت خانے جا بجا

شوقِ جہاد ہے تو خبر لیجیے تیغ کی!
صدیوں سے ہیں پڑے ہوئے دندانے جابجا
اپنی حقیقتوں کو عطا کیجئے زباں
مِٹ جائیں گے جو پھیلے ہیں افسانے جابجا

کراچی کا موسم

اے دوست کراچی کا ہے موسم بھی تماشا
اللہ رے نزاکت ابھی تولہ ابھی ماشا

شاید ہے یہ ناواقف پابندی اوقات
گرمی میں جو سردی ہے تو سردی میں ہے برسات

باہر کی ہوائیں جو اسے دیتی ہیں چکّر
اِک آن میں ہے کوٹہ اِک آن میں سکّھر

بے کیف فضا کیف و ملاحت سے بھری ہے
ظاہر میں جو خشکی ہے تو باطن میں تری ہے

ہر روز یہاں گرمی و سردی کا تصادم
اعراف کی تصویر نہ جنّت نہ جہنّم
شاداب یہاں رات کے گیسو نہیں ملتے
شبنم کے لئے رونے کو آنسو نہیں ملتے
دیدے کے نمک پاش ہواؤں کو دعائیں
لوہے کو چبا جائیں یہ بھوکی ہیں فضائیں
آغوش میں خود اسکے پلا کرتے ہیں بادل
سانچے میں فضاؤں کے ڈھلا کرتے ہیں بادل
بھرتے ہیں یہاں جام چھلکتے ہیں کہیں اور
پیتے ہیں یہاں رِند بہکتے ہیں کہیں اور
ذرات تڑپتے ہیں مگر پیاس کے مارے
پانی کو ترستے ہیں سمندر کے کنارے

ایک مہاجر کی شادی

یہ بے وطنی اور یہ پردیس کا عالم
شیرازۂ اوراقِ سکوں درہم و برہم
خود اپنے تمدن کو ترستے ہوئے احباب!
پھولوں کی نئی باس میں بستے ہوئے احباب
ہر روز نئے سانچے میں ڈھلتا ہوا ماحول
پوشاک پہ پوشاک بدلتا ہوا ماحول

حالات ہیں تبدیل ثُریّا سے ثریٰ تک
بدلے ہوئے بندے ہی نہیں بلکہ خدا تک

اس حال میں اکِ مردِ مہاجر کی ہے شادی
پردیس میں بیچارے مسافر کی ہے شادی

بے بال ہے پر جال میں پھنس جانیکی خواہش
طائر کو ہے خود سوئے قفس جانیکی خواہش

بے زر ہے مگر بیش بہا شے کا خریدار
پیمانہ نہیں پاس مگر مے کا خریدار

سجدہ درِ جانانہ پہ فرمانے کو تیار
شیشہ ہے مگر سنگ سے ٹکرانے کو تیار

انگارہ، ہتھیلی پہ اُٹھا لینے کی ہمّت
ساغر کی طرف ہاتھ بڑھا لینے کی ہمّت

بے انُس کو مانوس بنا لینے کی تدبیر
روٹھی ہوئی قسمت کو منا لینے کی تدبیر
اِک خوابِ پریشان کو تعبیر کی خواہش!
ٹوٹے ہوئے آئینہ کو تصویر کی خواہش

تقدم دلدی

کربلا ہو جیسی تیاری تقدم دلدی

سج چکا موت کا بازار تقدم دلدی

ہوں سبھی شور نمودار تقدم دلدی

چار جانب ہے یلغار تقدم دلدی

بڑھے آئے ہیں جفاکار تقدم دلدی

کربلا ہو جیسی تیاری تقدم دلدی